صرف احباب جماعت کی تعلیم و تربیت کے لیے

مدیر: مدثر عزیز

قیمت فی پرچہ -/5 یورو

فون: +49-308735703

Email: generalsecretaryaaiil@gmail.com

احمدیہ انجمن لاہور (جرمنی) کی خصوصیات

- آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا، نہ نیا نہ پرانا۔
- قرآن کریم کی کوئی آیت بھی منسوخ نہیں نہ آئندہ ہوگی۔
- سب صحابہ اور آئمہ قابل احترام ہیں۔
- سب مجددوں کا ماننا ضروری ہے۔
- کوئی کلمہ گو کافر نہیں۔

جلد نمبر 02 | 7 شوال تا 7 ذی القعدہ 1438 ہجری یکم جولائی تا 31 جولائی 2017ء | شمارہ نمبر 13-14

ذیقعد

ارشادات حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ (مجدد صد چہاردہم)

خدا اپنے برگزیدہ بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا

یہی قدیم سے برگزیدہ لوگوں کے ساتھ سنت اللہ ہے کہ وہ ورطۂ عظیمہ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن غرق کرنے کے لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ تا ان موتیوں کے وارث ہوں جو دریائے وحدت کے نیچے ہیں اور وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں لیکن اس لئے نہیں کہ جلائے جائیں بلکہ اس لئے کہ تا خدا تعالیٰ کی قدرتیں ظاہر ہوں اور ان سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے اور لعنت کی جاتی ہے اور وہ ہر طرح سے ستائے جاتے ہیں اور دکھ دیئے جاتے ہیں اور طرح طرح کی بولیاں ان کی نسبت بولی جاتے ہیں اور بدظنیاں بڑھ جاتی ہیں یہاں تک کہ بہتوں کے خیال و گمان میں بھی نہیں ہوتا کہ وہ سچے ہیں بلکہ جو شخص ان کو دکھ دیتا اور لعنتیں بھیجتا ہے وہ اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ بہت ہی ثواب کا کام کر رہا ہے پس ایک مدت تک ایسا ہی ہوتا رہتا ہے اور اگر اس برگزیدہ پر بشریت کے تقاضہ سے کچھ قبض وارد ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو ان الفاظ میں تسلی دیتا ہے کہ صبر کرے جیسا کہ پہلوں نے صبر کیا اور فرماتا ہے کہ میں تیرے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں پس وہ صبر کرتا ہے یہاں تک کہ امر مقدر اپنی مدت مقررہ تک پہنچ جاتا ہے تب غیرت الٰہی اس غریب کے لئے جوش مارتی ہے اور ایک ہی تجلی میں اعداء کو پاش پاش کر دیتی ہے سو اول نوبت دشمنوں کی ہوتی ہے اور آخر میں اس کی نوبت آتی ہے۔ (ملفوظات احمدیہ جلد اوّل)

اداریہ

اللہ کی ربوبیت کی حقیقت

اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات جن لاتعداد صفات مطہرہ وقویہ سے متصف ہے ان میں سے ایک عظیم الشان صفت رب ہے ۔رب وہ صفت ہے جس کے ذریعہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر ایک چیز کی نشوونما اوراس کوادنیٰ درجہ سے اعلیٰ درجہ تک پہنچاتا ہے۔اس صفت کی تکمیل دوسری صفات حسنہ مل کرکرتی ہیں ۔ دوسری چیزوں کی ربوبیت سے قطع نظر اگر انسان اپنی ہی ذات کا مشاہدہ کرے تو اس پر یہ بات واضح ہے کہ اس کی جسمانی وروحانی نشوونما اور کمال کے حصول کی تمام راہیں اور ذرائع اللہ رب العزت نے پیدا فرمارکھی ہیں ۔ جوکوئی بھی اللہ کی ربوبیت کی راہ اختیار کرتا ہے وہ تکمیل کے مراحل کو طے کرتا ہوا اپنی غرض وغایت کو پالیتا ہے۔اللہ کی ربوبیت کوجس طرح ہم جسمانی طور پر کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اسی طرح روحانی طور پر بھی اللہ کی ربوبیت کا مشاہدہ کرسکتے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ:فالھمھا فجورھا وتقواھا یعنی اللہ رب العزت نے انسان کی روحانی نشوونما کے لئے یہ سامان کردیا ہے کہ اس کے دل میں حاسۂ اخلاقی یاضمیر رکھ دیا ہے۔تاکہ وہ اچھائی اور برائی،نیکی اور بدی میں تمیز کرسکے۔جس طرح اللہ نے انسان کی جسمانی نشوونما کے تسویہ کے طور پر انسان کو دیکھنے کے لئے آنکھیں اور سننے کے لئے کان عطا کیے ہیں اسی طرح اس کی روحانی نشوونما کے لئے ضمیر عطا کردیا ہے جو تقویٰ اور فجور کی ہر لحظہ نشاندہی کرتا رہتا ہے۔دنیا میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جسے اس قوت سے نہ نوازا گیا ہو۔انسان محض ایک حیوانی اور عقلی وجود ہی نہیں بلکہ ایک اخلاقی اور روحانی وجود بھی ہے ۔ چنانچہ اخلاقیات اور روحانیت کی تکمیل کے لئے یہ خاصہ انسان کی تخلیق کے ساتھ ہی اس کے قلب میں ودیعت کردیا جاتا ہے۔اس فلاسفی کی تصدیق ہر دل سے ہوسکتی ہے۔سب ہی اس بات کی تصدیق اور تائید کرتے ہیں گو ہر ایک کی تصدیق کا رنگ جداگانہ ہوگا۔ ہر چور جب چوری کا ارادہ کرتا ہے۔ہر کاذب جب جھوٹ بولتا ہے۔ ہر خائن اور بدچلن جب گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس کا ضمیر اس کو ملامت کرتا ہے۔ وہ نہ صرف اپنے ضمیر کی صدا سنتا بلکہ اس کی تصدیق بھی کرتا ہے کہ جو کچھ وہ کررہا ہے درست نہیں ہے ۔ ایک دلیل تو یہ ہے کہ وہ ایسا کام دنیا کی نظروں سے چھپانے کی پوری احتیاط کرتا ہے۔دوسرے ایک برائی یا عیب جب وہی اس کے اپنے ساتھ کوئی دوسرا کرتا ہے تو اسے وہ بُرا کہتا ہے۔دل کے اس قوتِ حاسہ کا مقصد ہی دراصل انسان کواعلیٰ درجہ تک پہنچنے کے لئے صحیح راہ کی نشاندہی کرنا اور راہنمائی فراہم کرنا ہے اور یہی طریق اس کو غیر فانی زندگی بخشتا ہے۔اس قوت کو فطرتی شریعت کا نام بھی دیا جاتا ہے۔قرآن مجید میں اس کو نفس لوامہ کہا گیا ہے کیونکہ یہ ہر ایک انسان کی سرشت میں رکھی گئی ہے۔ایک شخص کسی بے گناہ کو دکھ دے کر کبھی سکون میں نہیں رہ سکتا۔اللہ کی ربوبیت روحانی کے لئے ضمیر بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔اس کو اللہ نے اس لئے ودیعت کررکھا ہے تا اس سے شریعت الٰہی جو انبیاء کی وساطت سے انسانوں تک پہنچے اس کی تصدیق ہوسکے ۔پھر انسان اسی حاسۂ اخلاقی کے ذریعہ اس نتیجہ پر پہنچ سکے کہ انبیاء علیہم السلام جوکچھ لائے اور جوکچھ انہوں نے کہا وہ عین حق ہے۔گویا ایک تو انسان کے اندر ضمیر رکھ دیا اور دوسرے وحی کے ذریعہ الٰہی ہدایت کی روشنی باہر سے فراہم کی گئی۔جس طرح ایک بینائی کی طاقت انسان کے اندر ہے اور پھر اسے دیکھنے کے لئے باہر روشنی موجود ہے۔دونوں کی مدد سے انسان دیکھتا ہے۔اسی طرح ربوبیت روحانی کے لئے ضروری تھا کہ ضمیر کے مقابلہ میں ایک ضابطۂ ظاہر بھی ہو۔اب جوکوئی بھی اللہ کی ربوبیت سے روحانی رنگ میں فائدہ اٹھانا چاہتا ہے اور چاہتا ہے کہ فلاح اور کامیابی پائے تو اللہ نے فرمادیا کہ قد افلح من زکھا" وہ کامیاب ہوا جس نے (نفس) کو پاک کیا" یعنی انسان اپنے نفس کو فطرتی اور ظاہری شریعت کا پابند بناتے ہوئے خود کو پاک کرے۔جس نے ایسا کرلیا وہ کامیاب ہوگیا۔وقد خاب من دسھا "وہ ناکام اور نامراد ٹھہرا جس نے قلب اور شریعت کے تقاضوں کو پورا نہ کیا۔" اللہ کی جسمانی اور روحانی ربوبیت سے فائدہ اٹھانے کے لئے ضروری ہے کہ ان کی ہدایت کے مطابق زندگی کی راہ متعین کرے اور یہی فلاح کا راستہ ہے۔ (م۔ح۔د)

خطبہ عید الفطر

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 26 جون 2017، بمقام جامع دارالسلام لاہور

ترجمہ: ’’تو اللہ تعالیٰ کے رسول نے انہیں کہا اللہ کی اونٹنی اور اس کے پانی سے اس کو نہ روکو۔ مگر انہوں نے اسے جھٹلایا پھر اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ تو اللہ نے ان کے گناہ کی وجہ سے ان پر عذاب بھیجا پھر اسے برابر کر دیا اور وہ اس کے انجام سے نہیں ڈرتا۔‘‘ (سورۃ الشمس آیت 13 تا 15)

آج عید الفطر کے خطبہ کے آغاز میں میں نے سورۃ الشمس کی آیات کی تلاوت کی ہے۔ ان آیات میں قوم ثمود کا ذکر ہے جن کو ان کے نبی حضرت صالحؑ نے کہا کہ ایک اونٹنی ہے جس کو وہ اپنے پانی پینے کی جگہ سے پانی پینے کی اجازت دیں مگر انہوں نے حضرت صالح کی اس بات کو جھٹلا دیا اور اس اونٹنی کو مار ڈالا تو اللہ نے یہ اونٹنی جس کو قرآن میں ’’ناقۃ اللہ‘‘ کہا گیا ہے یعنی ’’اللہ کی اونٹنی‘‘۔ یہ ایک نشان کے طور پر ایک اونٹنی کو پانی پینے دینے کا حکم تھا جو انہوں نے نہ مانا اور اُسے مار دیا تو پھر اس قوم پر اللہ تعالیٰ نے عذاب نازل کیا اور ان کی بستی کو نیست و نابود کر دیا۔

ان آیات کا آج خطبہ کے ساتھ جو تعلق ہے اس کا میں بعد میں ذکر کروں گا۔ سب سے پہلے ہم پوری طرح احساس کرتے ہیں کہ اس ملک میں بہت بڑا سانحہ کل ہوا جس میں بہت سی قیمتی جانیں اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ ایک ٹینکر میں آگ لگنے کی وجہ سے تقریباً 150 لوگ جل کر فوت ہو گئے۔ ساری قوم اس کا غم کر رہی ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ عید سادگی سے منائی جائے۔ جو عام لوگ تقریبات کرتے ہیں اُن سے گریز کرتے ہوئے۔ جو روحانی پہلو ہے اس کی طرف زیادہ دھیان رکھیں۔

حضرت مسیح موعودؑ نے ایک خطبہ 2 فروری 1900ء کو دیا۔ اس خطبہ میں انہوں نے اسی بات پر زور دیا کہ ظاہری خوشی ضرور منائیں مگر یاد رکھیں کہ اسلامی تہوار پاکیزگی کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ بظاہر اُردو کا نہیں کہ صاف ستھرے کپڑے پہن لیے جائیں، اچھے کھانے کھا لیے جائیں، تحفے تحائف دیئے جائیں لیکن تمام اہمیت روحانیت کے پہلو اور پاکیزگی کو دی جائے۔ یہ 1900 میں کہا گیا تو جہاں تک دنیاوی عیدیں ہیں وہ بڑے دھوم دھام سے منائی جاتی ہیں لیکن ہماری جماعت میں یہی ہمیشہ سے سبق ہے کہ عیدوں کو پاکیزگی سے مناؤ اور ظاہری خوشی ضرور ہو گی لیکن عید کی پاکیزگی کی بنیاد صبح سے درود شریف، اللہ کا ذکر پھر مسجد میں آتے ہوئے درود شریف پڑھنا اللہ کا ذکر کرنا اور پھر واپس جاتے ہوئے تھوڑے سے مختلف رستے سے لوٹنا۔ نماز بھی دوسری نمازوں کی طرح نہیں۔ آپ سب نے ابھی نماز ادا کی اور اس میں بارہ تکبیریں اضافی کہیں۔ اللہ کی بڑائی دل سے ادا کی۔ سب سے بڑا اللہ ہے اس کی بڑائی بیان کرتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے مقابلے میں بالکل حقیر اور بغیر ہستی کے سمجھتے ہوئے ’’اللہ اکبر‘‘ کہا۔ اور یہی سبق آئندہ نمازوں میں بھی رکھنا چاہیے کہ روح کی گہرائیوں سے ’’اللہ اکبر‘‘ کہے۔ کیونکہ یہ عید صرف جسم کی عید نہیں روح کی بھی عید ہے۔ یہ سوال اکثر کیا جاتا ہے کہ پیدائش سے پہلے روح جسم میں کب داخل ہوتی ہے؟ کوئی تین ماہ اور کوئی چار ماہ کہتا ہے لیکن حضرت مسیح موعودؑ کی کتاب ’’اسلامی اصول کی فلاسفی‘‘ میں روح اور جسم کا تعلق انسانی وجود کے شروع سے ہی ہوتا ہے۔ جب سے تخلیق ہوئی اس وقت سے ہی

روح اور جسم دونوں جس ذریعہ سے انسان بنا اسی ذریعہ سے روح کا وجود بھی بننا شروع ہوگیا۔ اس لئے جو ہمارے احساسات ہیں، ہماری بیماری، ہمارا مرنا، ہمارا بیماری سے اٹھ کھڑے ہونا۔ یہ روح کے ساتھ بھی چلتا رہتا ہے اور آج ہم کہہ سکتے ہیں کہ آج صرف جسم کی عید ہی نہیں بلکہ آج روح کی بھی عید ہے۔ **بلکہ روح کی زیادہ عید ہے کہ ایک مہینہ اس کو خوب ہم نے خوراک دی، اپنی نمازوں ،اپنی عبادات، اپنے اعتکاف، قرآن کریم کی تلاوت، تہجد میں حاضریاں، ہر برائی سے رکنے کی پوری کوشش یہ روح کی تقویت اور اس کی بیماری میں اس کی ادویات کا کام کیا۔ اس سے روح صحت یاب ہوگئی۔** آج ہم کہیں کہ ہماری روح ایک بیٹری کی طرح پوری طرح چارج ہے۔ اس کو ہم نے چارجر پر ایک مہینے کے لئے لگائے رکھا اور جب کل رات یہ 100% چارج ہوگئی۔ اب ہم پر منحصر ہے کہ ہم اس کو چارج کیسے رکھتے ہیں یا اس کو اپنے حال پر کیسے چھوڑ دیتے ہیں۔ انسانی روح کو انسانی جسم کی طرح خوراک کی اشد ضرورت ہوتی ہے اور وہ عبادات اور اللہ کا ذکر ہے، اللہ کے احکامات پر چلنا ہے جو اس کو تقویت بخشتا ہے **اور انسان کی نفسانی خواہشات جتنی ہیں ان کو اگر زندگی میں قابو کر لیا جائے تو خواہشات کی موت روح کی حیات بن جاتی ہے** اور یہی حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے آپ کو موت کے حوالے کر کے ملتا ہے۔ یہ دنیا کی خواہشیں جب دل سے نکلتی ہیں ان پر قابو ہو جاتا ہے یعنی کہ نفس امارہ جہاں پر گناہ کرو تو خوشی محسوس کرتا ہے، انسان سوچتا ہی نہیں ہے کہ یہ گناہ ہے۔ پھر نفس لوامہ آجاتا ہے جس میں احساس آنا شروع ہو جاتا ہے کہ یہ برائی ہو رہی ہے اور یہ اچھائی ہو رہی ہے۔ اور وہ جو برائی کا سلسلہ ہے اس پر جب انسان موت وارد کرے تو پھر اس کی زندگی کا مقصد نفس مطمئنہ اسی دنیا میں انسان کو جنت عطا کر دیتا ہے۔

ہم نے بھی پوری کوشش کی کہ ہم رمضان میں اپنی اپنی طاقت کے مطابق اپنی روح کو جتنا خوراک مہیا کر سکتے ہیں کر دیں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ جتنا پانی پی سکتی تھی پی لیا۔ جتنا کھانا کھا سکتی تھی کھا لیا اور اب ایک اونٹ کی طرح ایک لمبا سفر کرنے کے لئے تیار ہے اور **حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ انسان کا جسم طاقت میں ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روح کو بھی طاقت اور صبر عطا فرمایا ہوا ہے۔ یہ بڑے بڑے مرحلے اور سفر طے کر سکتی ہے۔ یہ وہ اونٹنی ہوتی ہے جس پر انسان سوار ہو کر وہ سفر اختیار کرتا ہے جو انسان کو اللہ کی طرف نزدیکی عطا کرتا ہے۔"**

اب ہماری اس حالت میں ہم سمجھ سکتے ہیں کہ رمضان شروع ہونے سے پہلے ہماری جو کمزوریاں تھیں ان کو دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں موقع عطا فرمایا اور ہم اپنی عبادات میں لگے رہے۔ روزے اللہ تعالیٰ نے ہمیں نصیب کیے جس پر ہم اس کا شکر ادا کرتے ہیں، بڑی عمر والے بھی اور بیمار بھی وہ جب ہمت کر لیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ غیب سے معجزہ لے آتا ہے اور روزے رکھنے ممکن ہو جاتے ہیں۔ جون کے روزے آسان روزے نہیں ہوتے بلکہ یہ سب سے مشکل روزے ہوتے ہیں اور پھر اس سال کی گرمی ایک ریکارڈ ٹمپریچر والی گرمی ہے لیکن بچوں نے بھی روزے رکھے، بہت سے بچوں نے بہت سے روزے اور بہتوں نے سارے روزے بھی رکھ ڈالے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کے روزے قبول کرے لیکن ساتھ یہ بھی دعا ہے جو ہم نے پایا ہے اس کو ہم کھو نہ دیں۔

عیدالفطر دو الفاظ کا مجموعہ ہے عید اور فطر۔ عید بار بار آنے والی خوشی کو کہتے ہیں اور فطر جیسے افطار کر دیا، روزہ کھول دینے کو کہتے ہیں، اس کے ساتھ خوشی وابستہ ہوئی۔ بچپن میں لوگ کہتے تھے کہ رمضان جا رہا ہے ہم افسردہ ہو رہے ہیں اور ہم بچے خوشی مناتے تھے کہ عید آئے گی لیکن اب احساس ہوتا ہے کہ واقعی وہ ایک خاص خوشی ہوتی ہے اور انسان کا دل کرتا ہے کہ وہ بار بار لوٹ کر آئے اور یہی دعا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ وہ ہماری زندگیوں میں بار بار لوٹ کر آئے اور ہمیں موقع ملے کہ ہم اپنی روح کی بیماریوں کا علاج کر کے اس

کی صحت کو دوبارہ بحال کر دیں۔ مثال کے طور پر سخت سے سخت بیماری کو ہم لے لیں، کچھ ایسی بیماریاں ہیں جن کے لئے ہمیں دوائیاں کھانی پڑتی ہیں، شوگر والے جانتے ہیں کہ جب شوگر کی بیماری آجائے تو پھر دوا مسلسل کھانی پڑتی ہے اور جسے شوگر کی بیماری بچپن سے ہے اس میں بچے کو بھی ساری عمر انسولین لگانی پڑتی ہے اور بڑوں کو اللہ تعالیٰ نے بونس دیا ہے کہ وہ گولیوں سے گزارہ کر لیتے ہیں اور بہت سالوں بعد ٹیکہ ضروری ہوجاتا ہے۔ بیمار کو کہا جاتا ہے کہ اس کی شوگر کنٹرول ہوسکتی ہے بشرطیکہ وہ ورزش کرے، وزن کم کرے، خوراک پر کنٹرول کرے اور ادویات نہ چھوڑے۔ جیسے یہ احکامات ڈاکٹر دیتا ہے اسی طرح کچھ احکامات اللہ تعالیٰ روح کی بیماری کے لئے دیتا ہے کہ یہ کرو ورنہ یہ بیماری بڑھ جائے گی۔ ڈاکٹر کا مشورہ ہمارے جسمانی وجود کے لئے جس کے لئے ہم کہتے ہیں کہ ہم جان بھی دے دیں، مال بھی دے دیں ہر قربانی کر دیں۔ اور ڈاکٹر کے تمام مشورے ہم سننے کے لئے تیار ہوجاتے ہیں اور پھر فیس بھی دے دیتے ہیں۔ مگر کوئی مشورہ لے لے اور پھر اس پر عمل نہ کرے تو وہ اسی دنیا میں دیکھ لیتا ہے کہ عمل نہ کرنے سے کیا نقصانات آتے ہیں۔ اسی طرح تصور کریں کہ اگر روح کی بیماری ایسی ہے جس کے لئے مسلسل دوائی لینی پڑے گی، مسلسل اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق قائم کرنا پڑتا ہے اور جو نہیں کرے گا اس کی روح نقصان میں رہے گی۔ جو آیت میں نے خطبہ کے شروع میں تلاوت کی اُس میں قوم ثمود، حضرت صالح اور اُن کی اونٹنی کا ذکر آتا ہے۔ **حضرت صاحب نے اس اونٹنی کو تشبیہ دیتے ہوئے کہا یہ اونٹنی انسان کی روح ہے۔ جس کو کہا گیا ہے کہ اس کو خوراک مہیا کرو، اس کو خوراک سے نہ روکو اور اگر کوئی بدنصیبی سے اس کو خوراک سے روک دیتا ہے تو اگر وہ مرجاتی ہے تو پھر اس کی مثال اسی قوم کی طرح ہوجاتی ہے جسے روکا گیا کہ اس کو زندہ رکھو اور اس کو پانی سے نہ روکو اور جانتے ہوئے بھی روح ناقۃ اللہ ہے اس کو اگر ہم اس کی روحانی خوراک سے روکیں گے تو اس کو بھی ہم ایک طرح سے اپنے ہاتھوں سے مار ڈالیں گے۔ اسی طرح حضرت صاحب فرماتے ہیں کہ روحوں کو اسی طرح قتل کرنے سے ایسے ہی سمجھیں کہ آپ نے ثمود کی اونٹنی کو مار ڈالا۔**

اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے گا کہ ہم اس روح جو ہمارے اندر ایک امانت رکھی ہوئی اس کی پرورش میں ایسے ہی لگے رہیں گے جیسے ہم نے تیس دن اس طرف توجہ دی۔ کچھ دن کی ورزش ایک عادت بن جاتی ہے۔ روح کو خوراک مہیا کرنا بھی رمضان میں عادت بن جاتی ہے۔

سائیکالوجسٹ کہتے ہیں اگر کوئی چیز بیس دن کر لیتے ہو تو وہ آپ کی عادت بن جاتی ہے تو پھر کوئی چیز جو ہم تیس دن کر لیتے ہیں وہ کیوں نہیں عادت بنتی۔ ہم کیوں شیطان کے حملوں کے آگے اتنے کمزور پڑ جاتے ہیں ؟ آج صبح اگر کسی کو موقع ملا ہو اور راستے میں دیکھا ہو کہ عید گاہوں کے کمپاؤنڈ بھرے پڑے ہیں۔ عید کو اتنی اہمیت دی ہے کہ سارے لوگ اس کی ادائیگی کے لئے چلے جاتے ہیں **لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ دن میں پانچ مرتبہ پکار پکار کر کہا جاتا ہے کہ حی الصلاۃ، حی الفلاح لیکن نہ کوئی صلاۃ (نماز) کی طرف آتا ہے اور نہ کوئی فلاح (کامیابی) کی طرف آتا ہے** اور ایک جگہ سے نہیں بلکہ دس دس جگہوں سے آواز آرہی ہوتی ہے۔ **پھر کیا ہوجاتا ہے کہ عید کی نماز کے ساتھ ہی ہم یہ فیصلہ کر لیتے ہیں کہ بس پھر بھی تو رمضان آئے گا اور یہ نہیں سوچتے کہ کتنوں کے لئے رمضان نہیں آتا** کوئی ایسا گھر نہیں جس کے اندر کوئی ایسا فرد نہ ہوں جنہوں نے رمضان کا انتظار کیا لیکن ان کا وجود اللہ تعالیٰ اپنے پاس بلا لیا۔ اس میں بچے بھی چلے جاتے ہیں اور بڑے بھی چلے جاتے ہیں۔ اس لئے **اس عید کو اگر ہم واقعی لوٹ کر آنے والی خوشی تصور کرتے ہیں تو ہر نماز کو ہم لوٹ کر آنے والی خوشی تصور کر کے ادا کریں** اور جیسے اس مسجد میں پچھلے دنوں میں بہت برکت رہی۔ **ہم ارادہ کریں کہ اس کو ہم جاری رکھیں گے۔ ارادہ کریں کہ ہم باجماعت نمازیں پڑھ کر قائم رکھیں گے اور آخری نصیحت جو حضرت صاحب نے اسی عید الفطر کے خطبہ میں دی جو انہوں نے 2 جون**

1900 میں دیا اس پر بھی بہت غور کریں اور وہ یہ تھی کہ:

”نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کرو اور بدی کرنے والوں کو معاف کرو“

اگر آج ہم اس جذبے سے عید ملیں کہ آج سے ہم نیکی کرنے والوں کے ساتھ نیکی کریں گے اور جو بدی کرتے ہیں خواہ وہ ہمارے دشمن بھی ہیں ان کو ہم معاف کریں گے اور ان کے معاملات ہم اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دیں گے۔ اور یہ باتیں ساتھ لے جائیں نہ کہ یہاں ہی چھوڑ جائیں۔

آخر میں ہم دعا کرتے ہیں:

اللہ تعالیٰ یہ عید ہم سب کے لئے مبارک کرے اور اس ماہ میں جو ہم سب نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق جوڑا اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرمائے۔ یہ سال ہم سب کے لئے حفاظت والا سال بنائے۔ اس دنیا پر رحم فرمائے۔ اس ملک پر اپنا رحم فرمائے۔ اس جماعت پر اپنا رحم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بیماروں کو شفاء عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے طالب علموں کو کامیابی عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے گناہوں کو معاف کردے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جو تھوڑی تھوڑی کوششیں جو اس کی طرف بڑھنے کے لئے کیں۔ ان کو قبولیت عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اس کالونی کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اس کو دارالسلام بنادے۔ اللہ تعالیٰ اس مسجد کو آباد کرنے میں ہماری مدد فرمائے۔

سب کو عید مبارک ہو

☆☆☆☆

پیغامِ امیر برموقع ختم القرآن

فرمودہ حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا

ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

مورخہ 23 جون 2017ء

بمطابق 27 رمضان المبارک 1439 عیسویں

ترجمہ: ”اللہ بے انتہاء رحم والے، بار بار رحم کرنے والے کے نام سے سب تعریف اللہ کے لئے ہے، تمام جہانوں کے رب، بے انتہاء رحم والے بار بار رحم کرنے والے، جزا کے وقت کے مالک (کے لئے)، ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں تو ہم کو سیدھے رستے پر چلا، اُن لوگوں کے رستے (پر) جن پر تو نے انعام کیا، نہ اُن کے جن پر غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے۔“ (سورۃ الفاتحہ)

ترجمہ: ”آپ عرض کیجئے کہ میں (سب) انسانوں کے رب کی پناہ مانگتا ہوں۔ جو (سب) لوگوں کا بادشاہ ہے۔ جو (ساری) نسل انسانی کا معبود ہے۔ وسوسہ انداز (شیطان) کے شر سے جو (اللہ کے ذکر کے اثر سے) پیچھے ہٹ کر چھپ جانے والا ہے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے خواہ وہ (وسوسہ انداز شیطان) جنات میں سے ہو یا انسانوں میں سے“۔ (سورۃ الناس)

اللہ تعالیٰ کا ہم سب شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں توفیق دی کہ ہم تراویح کی نماز میں قرآن کریم پڑھ سکے اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں موقع عطا فرمایا کہ ہم نے اس پاک کلام کو اس مبارک ماہ میں سنا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس پُرحکمت کتاب کے ذریعہ جو **ھدی للمتقین** ہے اور جس میں ہماری تمام زندگی کی ضروریات ہیں اللہ تعالیٰ کو پاسکیں۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم اس قرآن کے معنی سمجھیں اور اللہ تعالیٰ اس پر ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہماری جماعت اس مقصد کے لئے بنائی گئی کہ یہ ایک متقی لوگوں کی جماعت ہو۔ اس زمانے کے امام نے ہمیں تعلیم دی کہ ہم اس کتاب پر عمل کریں اور اپنی زندگیوں کو اس کے مطابق بسر کریں۔ اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے اور سب کے دل

میں شوق ڈالے کہ وہ قرآن کے ساتھ محبت رکھیں اور اس کو سمجھ کر پڑھیں۔ ہماری جماعت میں کسی زبان میں ترجمہ کی کوئی کمی نہیں پائی جاتی کہ ہم کہہ سکیں کہ ہم نے عربی میں تو پڑھ لیا لیکن سمجھ نہیں آتی کہ اس میں لکھا کیا ہے۔ تمام تراجم موجود ہیں۔ اس لئے جہاں ہم قرآن کی تلاوت کیا کریں وہاں کم از کم ایک رکوع اپنی زبان میں اُردو ہو، عربی ہو، جرمن ہو جس زبان میں کوئی سمجھتا ہو وہ ساتھ ساتھ ایک رکوع ترجمہ سے پڑھے اور اس پر اچھی طرح غور کرے کہ اس میں آج میرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کیا حکم ہے جس پر میں عمل کروں اور یہ سوچے کہ کیا اس حکم میں جو میں پڑھ رہا ہوں اس پر میں عمل کر رہا ہوں یا نہیں۔ ہر حکم پر عمل کرنا ضروری ہے۔ **حضرت صاحب کا فرمان ہے کہ قرآن کے 700 احکامات میں سے اگر ایک حکم پر بھی ہم عمل نہیں کر رہے تو ہمارا ایمان درست نہیں ہے۔"**

اس رمضان میں باقی جو دن رہ گئے ہیں ہم اس ارادے سے باقی عبادات کریں اور دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن پڑھنے والے، سمجھنے والے اور اس پر عمل کرنے والے اور اس کو دنیا میں پھیلانے والے بنائے۔

آج مجھے بہت خوشی ہو رہی ہے کہ قرآن کی ہم نے مکمل تلاوت سن لی۔ لیکن اس بات کی بھی خوشی ہے کہ اس وقت چھوٹے چھوٹے بچے بھی تراویح میں شامل ہیں۔ **اور ان میں سے تقریباً 10 بچے ایسے ہیں جنہوں نے حفظ کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔** میں نے ان سب سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ ہر سپارہ حفظ کرنے پر انہیں خصوصی انعام ملے گا۔ بچوں کو انعام حوصلہ افزائی کے لئے دیا جائے گا لیکن اُن کو نصیحت ہے کہ حفظ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب سے محبت رکھتے ہوئے کریں۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ قاری صاحب ان بچوں کے ساتھ بہت محنت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید توفیق عطا فرمائے کہ وہ ان بچوں کے حوصلے بڑھاتے رہیں اور ایسے طریقہ سے پڑھائیں کہ ان میں شوق جاری رہے کیونکہ یہ شوق جب تک بچے کی حوصلہ افزائی نہ کی جائے کم ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے بچوں کے ساتھ ساتھ ہمارے بڑوں کو بھی حفظ کرنے کا شوق عطا فرمائے۔ میں قاری صاحب کو مبارک دیتا ہوں کہ انہوں نے تراویح بہت محنت سے پڑھائی۔ پہلی رات میں نے دعا دی تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کی صحت قائم رکھے۔ پچھلے سال میں نے تراویح پڑھائی تو مجھے پورا اندازہ ہوا کہ یہ کتنا محنت طلب کام ہے۔

میرا خیال ہے جب حفظ کرنے والے بچے قرآن سنتے ہیں تو جو سورتیں انہوں نے یاد کیں۔ انہوں نے ضرور اس سے فائدہ اٹھایا ہوگا۔

ہماری جماعت کے کچھ افراد نے حفظ کر رکھا ہے لیکن وہ اس کا فائدہ پوری طرح اٹھا نہیں رہے ان سے بھی یہ درخواست ہے کہ وہ اس طرف خاص توجہ دیں اور مسجد میں آ کر نماز پڑھایا کریں تا کہ ان کی دوہرائی ہو جائے خاص کر فجر میں آ کر انشاء اللہ ایسا دن آئے گا جب وہ بھی جماعت کے لئے تراویح پڑھا رہے ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کی روشنی سے فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمارا شوق بڑھائے اس طرف، چاہے ہم جس عمر کے بھی ہیں، ہمارے پاس اس وقت بہترین قاری ہیں جو بہت اچھا پڑھا سکتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سب کا شوق اس طرف لے آئے۔ میرا تو خیال ہے کہ بڑے بھی کوئی سورۃ یاد کر کے ان کو سنا دیا کریں۔ **میری یہ خواہش تھی کہ جماعت کے اندر قرآن حفظ کا سلسلہ ہو تو وہ سلسلہ اب جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو قائم رکھے۔ آمین**

ہماری جماعت کو بہت سخت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ہر طرف سے خطرات ہیں، دھمکیاں بھی موصول ہوتی رہتی ہیں ان سب کے مقابلہ میں ہمارا حوصلہ بلند ہے **کیونکہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو اپنی حفاظت میں رکھے اور اس کے ذمہ جو کام ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا میں برکت عطا فرمائے۔ باہر کے ممالک سے ہم حوصلہ افزاء خبریں سن رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ وہاں کے لوگوں کو مزید توفیق عطا فرمائے کہ وہ مزید اس کام میں محنت کریں اور ان کاموں میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے۔**

ملک کے حالات کے لئے بہت دعا کی ضرورت ہے۔ تمام دنیا بدامنی کا شکار ہے ان سب کے لئے دعا کریں۔ بہت سے بچوں نے امتحان دیئے ہوئے ہیں سب اپنی اپنی جگہ مجھے کہتے ہیں کہ دعا کریں تو آپ سب بھی ان کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بچوں کو ایسا علم دے جو ان کے لئے نفع والا ہو اور ہماری جماعت کے لئے فخر کا ذریعہ بنے۔ اللہ تعالیٰ جتنے ضرورت مند اور حاجت مند ہیں ان کی ضرورتیں اور حاجتیں پوری کرے اور ہر ایک کو اپنے کام میں برکت عطا فرمائے۔ آمین۔ اس مشکل زمانے میں اللہ تعالیٰ سب کے لئے آسانیاں پیدا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کے بچے بچے کو نمازی بچہ بنا دے، دین کا خادم بنا دے، اور علم کا شوق والا بچہ بنا دے۔ آمین

قسط نمبر 3

حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کا دعویٰ مسیحیت

ملک بشیر اللہ خان راسخ (راولپنڈی)

خوش نصیب ہے وہ جس نے امام زمانہ کو مان لیا۔ نادان لوگوں کا یہ عقیدہ کہ مسیح موعود کی بعثت قیامت سے فقط چند سال پہلے شروع ہوگی یہ نہایت غلط اور مضحکہ خیز خیال عوام الناس کے دِل و دماغ پر قابض ہے۔ لوگ کس قدر عقل سے کورے اور بصیرت سے محروم ہیں کہ وہ تمام پیشگوئیوں امام زمانہ، مسیح موعود کی آمد سے متعلق پور ہو چکیں اور آنے والا دنیا میں آ گیا مگر وہ انکاری ہیں اور بدستور منتظر ہیں اور آسمان پر نظریں لگائے بیٹھے ہیں مگر اب لوگ تا قیامت دیکھتے رہ جاویں گے۔ آسمان سے کوئی نہ اترے گا۔ یہی عقیدہ و مذہب یہودیوں کا رہا کہ پیشگوئیوں پر پیشگوئیاں پوری ہوتے دیکھتے تھے اور یہی کہتے چلے جاتے تھے ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ فطال علیھم الامد فقست قلوبھم و کثیر منھم فسقون کے ماتحت لمبا زمانہ گزرنے پر ان میں فسق و فجور پیدا ہو چکا تھا جو کسی مصلح کی خبر دے رہا تھا چنانچہ وہ مسیح وہ مصلح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وجود میں ان کے پاس آیا مگر بدبخت مسیح کی روحانی بادشاہی کا انکار کر کے آج تلک ذلت و نکبت کا شکار ہیں اور بدستور منتظر ہیں اور مسلمانانِ عالم بھی آج اسی طرح مسیح کے منتظر ہیں۔

مولانا روم کے مثنوی دوم میں مومن کامل کے مسیح ابن مریم بننے کا نقشہ کس خوبصورتی سے کھینچتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''جس طرح انسان کی جان کا بدن سے تعلق ہے۔ آنکھ کے نور کا آنکھ کے لوتھڑے سے تعلق ہے۔ جس طرح خوشی کا گردہ سے تعلق ہے اور غم کا جگر سے تعلق ہے۔ جس طرح عقل کا دماغ سے تعلق ہے اور بولنے کا زبان سے تعلق ہے۔ جس طرح لہو و لعب کا نفس سے تعلق ہے اور شجاعت کا بازوؤں سے تعلق ہوتا ہے جنہیں انسان سمجھ نہیں سکتا کہ کس طرح ایک غیر مادی چیز کا مادی چیز سے تعلق ہوتا ہے مگر اس کا انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ سب تعلقات موجود ہیں۔ اسی طرح کل کا جز کے ساتھ یعنی اللہ تعالیٰ کا انسان کی روح کے ساتھ تعلق پیدا ہو جاتا ہے اور اس تعلق سے جس طرح عورت مرد سے نطفہ لیتی ہے اسی طرح عقل انسانی اس سے ایک موتی حاصل کرتی ہے پھر انسان کی جان مریم کی طرح اس تعلق سے حاملہ ہو جاتی ہے اور اس حمل سے مسیح پیدا ہوتا ہے یعنی وہ بندہ حالت مریمی سے حالت مسیح ابن مریم میں ترقی کر جاتا ہے پھر یہ مسیح جو بنتا ہے وہ مسیح نہیں ہوتا جو زمانہ ماضی میں گزر چکا بلکہ یہ وہ مسیح ہوتا ہے جس کی شان کا اندازہ لگانا مشکل ہے پھر اللہ تعالیٰ کی روح سے جب انسانی روح حاملہ ہوتی ہے تو اس روح سے ایک جہان کی روحیں حاملہ ہوتی ہیں یعنی روحانی طور پر مستفیض ہوتی ہیں تب اس سے دنیا میں ایک روحانی انقلاب پیدا ہوتا ہے جسے ایک روحانی قیامت کہنا چاہیے اور جو اس قدر شاندار ہوتی ہے کہ اس کی شرح کہاں تک بیان کی جائے۔''

اپنے فارسی اشعار ''مثنوی مولانا روم دوم'' میں دراصل قرآن کریم سورۃ تحریم کی آخری آیات کی تفسیر کی ہے۔ جس میں مومنین کی مثال اللہ تعالیٰ نے دو عورتوں سے دی ہے۔

(ا): ایک مثال فرعون کی بی بی سے دی ہے یہ ان مومنوں کی مثال ہے جو ابھی نفس کے پنجہ سے آزاد نہیں ہوئے لیکن فرعون کی بی بی کی طرح دن رات دعائیں کرتے اور سعی کرتے رہتے ہیں کہ اس کے پنجہ سے آزاد ہوں۔ اسی کو نفس لوامہ کہا جاتا ہے اور دوسری مثال حضرت مریم سے دی ہے۔ یہ ان مومنوں کی مثال ہے جو نفس مطمئنہ رکھتے ہیں یعنی جو بکلی نفس کے پنجہ سے آزاد ہو کر خدا کی طرف جھک گئے اور ان کی حالت انقطاع الی اللہ کی پیدا ہوگئی۔ اس وقت

ان میں روح القدس نازل ہوتی ہے۔ اسی کو استعارہ کے طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ مریم کی طرح حاملہ ہوتے ہیں جس سے مسیح ابن مریم پیدا ہوتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ روح القدس کے نزول کے بعد وہ حالت مریمی سے مسیح ابن مریم کی حالت میں ترقی کر جاتے ہیں۔ یہی وہ دقیقہ معرفت ہے جسے حضرت مرزا صاحب نے اپنی نسبت لکھا تھا کہ میں پہلے مریم بنا اور پھر روح القدس سے حاملہ ہو کر ابن مریم بنا جس پر بعض لوگوں نے اپنی جہالت کی وجہ سے مذاق اُڑایا کہ مرد ہو کر عورت بنے اور حاملہ ہوئے لیکن یہ نہ سمجھا کہ روحانی طور پر حاملہ ہونے پر اعتراض ہو سکتا ہے تو سب سے پہلے حضرت مولانا روم علیہ الرحمتہ پر پڑتا ہے جو مسلمہ طور پر اکابر اولیاء میں سے ہیں اور جنہوں نے بڑی تشریح کے ساتھ اپنی مثنوی میں اس روحانی حمل کا ذکر کیا ہے اور خود قرآن کریم پر بھی پھر نعوذ باللہ اعتراض کرنا چاہیے جس نے مومنوں کو عورتوں سے تشبیہ دی ہے اور مرد کامل کو خاص طور پر مریم سے تشبیہ دے کر اس میں مریم کی طرح نفخ روح کا ذکر کیا۔

1890ء میں مرزا صاحب کو الہام ہوا کہ:

''مسیح ابن مریم فوت ہو گیا'' ''و جعلنك المسيح ابن مريم''

تو آپ پر اس لمحہ منکشف ہو گیا کہ اصلی مسیح ابن مریم اسی زمانہ میں فوت ہو چکے تھے جب ان کی بعثت ہوئی تھی اور آنے والا ابن مریم جس کی پیشگوئی حدیثوں میں ہے وہ آپ خود ہیں اور خصوصیت کے ساتھ وہ ابن مریم ہیں جو اس اُمت کے لئے آخری زمانہ میں موعود تھا تو مرزا صاحب نے اپنے الہام کے مطابق دعویٰ کرنے سے قبل اپنے اس الہام کو قرآن اور احادیث صحیحہ پر عرض کیا اور پھر آپ نے وفات مسیح پر 30 قرآنی آیات بطور ثبوت پیش کر کے صدیوں پرانے عقائد کو ختم کر دیا اور قرآن کریم سے ثابت کر دیا کہ ''مرے ہوئے دوبارہ دنیا میں کبھی واپس نہیں آتے۔''

اپنے دعویٰ مسیحیت پر 1890ء میں ہی دو کتابیں تصنیف کیں جن کا نام ''فتح اسلام'' ''توضیح مرام'' ہے لیکن ان کتابوں کی اشاعت لدھیانہ سے 26 مارچ 1891ء کے ابتداء میں ہوئی۔ اشاعت سے پہلے ایک اشتہار کے ذریعہ اپنے دعوے مسیحیت کا اعلان کیا۔ آپ نے یہ اعلان کیا کہ مسیح ابن مریم اسرائیلی فوت ہو گیا اور جس ابن مریم کے آنے کی آنحضرت صلعم نے پیشگوئی فرمائی تھی وہ اس اُمت میں سے ہی ایک مجدد کے بارے میں تھی

''اور وہ میں ہوں''

اس زمانہ کے مجدد کو مسیح یا ابن مریم کا نام استعارہ کے طور پر دیا گیا تھا کیونکہ اسے مسیح ابن مریم سے کئی رنگ میں شدید مشابہت اور مماثلت تھی اور وہ حضرت نبی کریم صلعم کے بعد چودھویں صدی پر اسی طرح آپ کا خلیفہ بن کر آیا ہے جس طرح مسیح ابن مریم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد، فرق یہ تھا کہ وہ نبی اللہ تھے اور آنحضرت صلعم پر ہر قسم کی نبوت ختم ہو گئی۔ آپؐ خاتم النبیین قرار پائے۔ آپؐ کے فیض نبوت کے طفیل آپؐ کے امتی ہونے کی حیثیت سے چودھویں صدی پر مرزا غلام احمد قادیانی مجدد ٹھہرے۔

مرزا صاحب ہرگز نبی نہ تھے۔ مخالفین نے طرح طرح کے اعتراضات اور طوفان غلاظت کے پہاڑ آپ کے دعوے مسیحیت پر کھڑے کرنے شروع کر دیئے اور وہی لوگ جو آپ کے مداح اور آپ کی تعریف کرتے جن کی زبان نہ رُکتی تھی وہی لوگ آپ کے بدترین دشمن بن گئے حالانکہ مسیح موعود کا دعویٰ مجدد کے دعوے سے بڑھ کر کوئی دعویٰ نہ تھا۔ مسیح ابن مریم کا نام جو اس مجدد صد چہاردہم کو دیا گیا تھا وہ فقط مجاز اور استعارہ کے طور پر مسیح علیہ السلام سے شدید مماثلت کی وجہ سے دیا گیا تھا اس کے علاوہ مجدد سے بڑھ کر حضرت مرزا صاحب کا کوئی دعویٰ نہ تھا جیسا کہ حضرت مرزا صاحب ''آئینہ کمالات اسلام'' صفحہ 340 پر فرماتے ہیں:

''اور یاد رکھنا چاہیے کہ مسیح موعود ہونے کا دعویٰ ملہم من اللہ اور مجدد من اللہ کے دعویٰ سے کچھ بڑا نہیں ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ جس کو یہ مرتبہ حاصل ہو وہ خدا سے ہمکلام ہو۔ اس کا منجانب اللہ نام خواہ مثیل مسیح خواہ مثیل موسیٰ ہو یہ تمام نام اس کے حق میں جائز ہیں۔ جس شخص کو مکالمہ الٰہیہ کی فضیلت حاصل ہو گئی اور کسی خدمت دین کے لئے مامور من اللہ ہو گیا تو اللہ جل شانہ وقت کے مناسب

حال کوئی نام اس کا رکھ سکتا ہے''۔

اس زمانہ کے مجدد کا نام مسیح موعود رکھنا اس مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجدد کا عظیم الشان کام عیسائیت کا غلبہ توڑنا اور ان کے حملوں کا دفع کرنا اور ان کے فلسفہ کو جو مخالف قرآن ہے دلائل قویہ کے ساتھ توڑنا اور ان پر اسلام کی حجت پوری کرنا ہے کیونکہ سب سے بڑی آفت اس زمانہ میں اسلام کے لئے عیسائیوں کے فلسفیانہ حملے اور مذہبی نکتہ چینیاں ہیں جن کے دور کرنے کے لئے ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی آوے۔ لیکن تائید الٰہی پا کر جب یہ مردِ خدا کھڑا ہوا اور اسلام کو غالب کرنے کے لئے للکار دی تو اپنے ہم مذہبوں نے ہی راہ میں روڑے اٹکانے شروع کر دیئے۔ علماء نے کفر کے فتوے لگائے لیکن آپ کے دلائل کو رد نہ کر سکے اور مقابلہ سے بھاگتے رہے ایک، آدھ مثال پیش خدمت ہے۔ مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب صاحب جس شہر میں بھی بطور ملازمت جاتے آپ اسی شہر میں جا کر قیام کرتے 1891ء میں نواب صاحب لدھیانہ تھے آپ بھی وہاں قیام کے لئے گئے۔

لدھیانہ کے علماء آپ کے بدترین دشمن تھے اور گندی اور غلیظ زبان اپنے اجتماعات میں استعمال کرتے اور راستہ چلتے بھی آپ کو گالیاں دیتے اور شرارتیں کرتے لدھیانہ کے سرفہرست مولویان، مولوی عبداللہ، مولوی عبدالعزیز، مولوی محمد، مولوی شاہ دین، مولوی سعد اللہ، مولوی رشید گنگوہی کے مرید مولوی شاہ دین شور مچایا کہ مرزا سے میں بحث کروں گا جب مرزا صاحب نے مباحثہ کرنے کا اشتہار علماء کے نام دیا تو سب مولوی گریز کر گئے۔ مولوی رشید احمد گنگوہی کے مرید نے مولوی رشید احمد گنگوہی سے خط لکھ کر مباحثہ کرنے سے متعلق مشورہ مانگا کہ مرزا صاحب سے مباحثہ کروں تو کس طور پر کروں اور کس مسئلہ میں کروں؟ رشید احمد گنگوہی صاحب نے جواب دیا۔

(۱): تمہارا کام نہیں ہے مرزا صاحب سے بحث کرنا۔ (۲): اول تو ٹال دینا۔ (۳): اور جو بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو ہی جائے تو وفات و حیات مسیح علیہ السلام پر ہرگز بحث نہ کرنا اس میں تمہارا یا کسی کا ہاتھ نہیں پڑے گا۔ (۴): ہاں نزول میں بحث کر لینا اس مسئلہ میں ہماری بات چیت ہو سکتی ہے۔

مگر مولوی شاہ دین نے بات کو ٹال دینے میں ہی مصلحت سمجھی۔ لدھیانہ، دیو بند، سہارنپور، گنگوہ میں بہت سے مولویوں کی مرزا صاحب سے مباحثہ کے لئے کمیٹیاں بنیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب کے سامنے آنے کی کسی کو جرات نہیں ہوئی۔

مولوی رشید احمد گنگوہی

آپ ضلع سہارنپور کے جید عالم، محدث، مفتی اور فاضل تھے۔ تمام ہندوستان کے حنفیوں میں آپ کو قیادت کا وہی درجہ حاصل تھا جو مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو اہل حدیث میں حاصل تھا۔ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے ہم پیر سراج الحق نعمانی مرزا صاحب کے مرید تھے۔ پیر صاحب نے مرزا صاحب سے اجازت چاہی کہ اگر حکم ہو تو میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو لکھوں کہ وہ آپ سے مباحثہ کے لئے سامنے آویں۔ مرزا صاحب نے فرمایا اگر تمہارے لکھنے سے مولوی گنگوہی صاحب آمادہ ہوں تو ضرور لکھ دو اور یہ لکھو:

''مرزا غلام احمد قادیانی آج کل لدھیانہ میں ہیں انہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگئی ہے اور وہ اب نہیں آویں گے اور جس عیسیٰ کے اس امت میں آنے کی خبر تھی وہ میں ہوں اور مولوی تو مباحثہ نہیں کرتے چونکہ آپ بہت سے مولویوں اور گروہ اہل سنت والجماعت کے پیشوا اور مقتدا مانے جاتے ہیں اس لئے کثیر جماعت کی آپ پر نظر ہے۔ آپ مرزا صاحب سے مباحثہ کر لیں چونکہ آپ کو محدث اور صوفی ہونے کا بھی دعویٰ ہے اور آپ الہام کا بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ اس لئے آپ کا حق ہے کہ اس معاملہ کو سلجھا دیں اور بحث سے حق و باطل میں امتیاز کر کے دکھاویں کیونکہ اس طرح تو پھر بڑی گڑ بڑ مچ جائے گی اور اہل تحقیق کے لئے بہت مشکل بن جائے گی کہ کس بات کو مانا جائے اور کسے نہ مانا جائے۔ اب آپ جیسے علامہ نہ اس مسئلہ کو صاف کریں گے تو اور کون کرے گا اور اندھیر یہ ہے کہ

بعض آپ سے بھی زیادہ علم وفضل رکھنے والے علماء مرزا صاحب کے مرید ہو گئے ہیں۔ اس لئے اب آپ تاخیر نہ کریں اور سب سے پہلے حیات وممات مسیح پر ہی بحث فرماویں جو اس تمام مسئلہ کے لئے بطور بنیاد کے ہے۔

''اگر حیات مسیح ثابت ہو گئی تو مرزا صاحب کا دعویٰ خود بخود غلط ہو جاوے گا۔ وغیرہ وغیرہ''

مرزا صاحب نے اس تحریر پر دستخط کر کے پیر سراج الحق نعمانی صاحب کو خط روانہ کر دینے کا حکم دے دیا۔ جب یہ خط مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے پاس گنگوہ پہنچا تو مرتا کیا نہ کرتا بالآخر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب پیر سراج الحق عثمانی اپنے ہم زلف کے اس خط کا یوں جواب دیتے ہیں:

''میں اس بات کا افسوس کرتا ہوں تم کس شخص (مرزا صاحب) کے پاس پھنس گئے ہو۔ تمہارے خاندان، گھرانے میں کسی چیز کی کمی تھی اور میں بحث کو مرزا سے منظور کرتا ہوں لیکن تقریری اور صرف زبانی۔ تحریری مجھے ہرگز منظور نہیں ہے اور عام جلسہ میں بحث ہوگی اور وفات وحیات مسیح میں کہ یہ فرع ہے بحث نہیں ہوگی بلکہ بحث نزول مسیح میں ہوگی جو اصل ہے۔

حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے گنگوہی مولوی صاحب کا جواب پڑھ کر اپنے مرید پیر سراج الحق نعمانی صاحب کو فرمایا مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کو جواب لکھ دیں:

''مباحثہ میں خلط مبحث (بے فائدہ الجھاؤ) کرنا درست نہیں ہے۔ بحث تحریری ہونی چاہیے تا کہ حاضرین کے علاوہ غائبین کو بھی پورا پورا حال معلوم ہو سکے۔ تحریر میں ''خلط مبحث'' (بے فائدہ الجھاؤ۔ دخل در معقولات) نہیں ہوتا اور زبانی تحریر میں ہو جاتا ہے۔ تقریر کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ بعد میں پورے طور پر یاد بھی نہیں رہتی اور تقریر میں ایسا ہونا ممکن ہے کہ ایک شخص ایک بات کہہ کر پھر اس سے مکر جائے۔ پھر بحث کے بعد تقریروں کو ہر ایک فریق کے معتقدین کچھ کا کچھ بنا کر اپنے موافق ڈھال لیتے ہیں جس سے حق و باطل میں التباس (شبہ، شک) ہو جاتا ہے۔ تحریر میں ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں کسی کو کمی بیشی کرنے یا غلط بات کرنے کی گنجائش نہیں رہتی اور گنگوہی صاحب آپ جو فرماتے ہیں کہ مباحثہ نزول مسیح جو اصل ہے ہونا چاہیے۔ سو اس سے متعلق یہ التماس ہے نزول مسیح اصل کیونکر ہے اور وفات وحیات مسیح فرع کس طرح سے ہوا۔ اصل مسئلہ تو وفات وحیات مسیح ہے۔ اگر حیات مسیح کی ثابت ہو گئی تو نزول بھی ثابت ہو گیا اور جو وفات ثابت ہو گئی تو نزول خود بخود باطل ہو گیا۔ جب ایک عہدہ خالی ہو تو دوسرا اس پر مامور ہو۔ ہمارے دعوے کی بنیاد ہی وفات مسیح پر ہے۔ اگر مسیح کی زندگی ثابت ہو جائے تو ہمارا دعویٰ مسیحیت کا خود بخود باطل ہو گیا۔'' یہ خط پیر صاحب سراج الحق نعمانی صاحب نے لکھا اور حضرت اقدس کے تصدیقی دستخط کرا کے مولوی رشید گنگوہی صاحب کو گنگوہ بھیج دیا۔ وہاں سے پھر وہی جواب آیا کہ ''نزول مسیح اصل ہے مرزا صاحب اصل کو فرع اور فرع کو اصل بنا رہے ہیں اور مباحثہ تقریری ہوگا تحریری نہیں ہوگا اور ہمیں غرض ہی کیا ہے کہ اس بحث میں پڑیں۔''

اس پر حضرت مرزا صاحب نے جواب میں فرمایا:

''یہ سب ٹالنے کے حیلے ہیں ان کو اگر اس بحث میں پڑنے کی غرض نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہیں دین اسلام اور ایمان سے کوئی غرض نہیں۔ کیا یہ سچ نہیں کہ ہم نے تو ان کی جائیداد دبالی ہے اور ان کے گھر یعنی عقائد میں ہاتھ مارا ہے۔ ہم نے عیسیٰ علیہ السلام کو جن کے آسمان سے اترنے پر اُن کی بڑی بڑی اُمیدیں وابستہ تھیں۔ مار ڈالا ہے۔ جس کو وہ آسمان پر بٹھائے ہوئے تھے۔ اس کو ہم نے زمین میں دفن کر دیا ہے اور بقول ان مولویوں کے ہم نے اس طرح اسلام میں رخنہ ڈال دیا ہے اور لوگوں کو گھیر گھار کر گمراہ کر رہے ہیں تو اگر ان میں اسلام کا کوئی درد ہے اور حامیان دین اور محافظ اسلام ہونے کی کوئی غیرت باقی ہے تو کیوں نہیں سب کام چھوڑ کر میرے مقابلے کے لئے آن کھڑے ہوتے۔ ان کی جائیداد اور مال واسباب پر کوئی قبضہ کرے تو کیا یہ سچ نہیں کہ یہ لوگ فوراً عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے اور جب تک اپنے مال کو واپس نہ لے لیں گے وہاں نہیں ٹلیں گے بلکہ مرنے مارنے کو تیار ہو جائیں گے تو کیا دین کے لئے

دنیا کے ادنیٰ مال سے بھی کم غیرت ہے۔ مولوی صاحب کو (رشید گنگوہی) لکھو کہ آپ تو لدنی علم (وہ علم جو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے محض اپنے فضل و کرم سے بغیر سیکھنے اور بغیر تلاش اور کوشش کے کسی شخص کو عطا کرے) اور باطنی کے بھی مدعی (دعویدار) ہیں۔ اگر آپ کا ظاہری علم آپ کو مدد نہ دے تو باطنی اور لدنی علم سے ہی کام لیں یہ سب کچھ کس دن کے لئے رکھا ہوا ہے۔ پیر سراج الحق نعمانی صاحب نے اس مضمون کا ایک خط مولوی رشید گنگوہی صاحب کو لکھا تو وہاں سے جواب آیا کہ میں تقریری بحث کرنے کو تیار ہوں۔ تحریری بحث میں نہیں کرتا۔ لاہور سے بھی بہت لوگوں نے مجھے بحث کرنے کے لئے لکھا ہے۔ پس مرزا چاہے تو تقریری بحث کرلے۔ اس پر حضرت مرزا صاحب نے مولوی رشید احمد گنگوہی کے جواب میں لکھوایا:

''اچھا ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ ہی منظور کرتے ہیں۔ مگر اس شرط سے کہ آپ تقریر کرتے جاویں اور دوسرا شخص آپ کی تقریر لکھتا جاوے اور جب ہم تقریر کریں تو ہماری جوابی تقریر کو بھی دوسرا شخص لکھتا جاوے اور جب تک ایک تقریر ختم نہ ہولے دوسرا فریق یا اور کوئی شخص دوران تقریر نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں چھپ کا شائع ہوجاویں اور بحث مقام لاہور ہونی چاہیے کیونکہ لاہور دارالعلوم ہے اور ہر علم کا آدمی وہاں موجود ہے۔''

پیر سراج الحق نعمانی نے مرزا صاحب کا یہ مضمون (خط) مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کو لکھ دیا جس پر جواب میں مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے لکھا (جواب) ''تقریر صرف زبانی ہوگی۔ لکھنے یا جملہ نوٹ کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی اور حاضرین سے جس کے جی میں جو آوے گا رفع شک کے لئے بولے گا۔ میں لاہور نہیں جاتا۔ مرزا صاحب سہار نپور آجائیں میں بھی سہار نپور آجاتا ہوں۔'' اس جواب پر مرزا صاحب نے فرمایا:

''کیا بوداپن ہے کیا پست ہمتی ہے کہ اپنی تحریر نہ دی جاوے۔ تحریر میں بڑے بڑے فائدے ہیں کہ حاضرین و غائبین اور نزدیک دور کے آدمی یکساں فائدے اٹھا سکتے ہیں۔ زبانی تقریر حاضرین تک محدود رہتی ہے۔ بات کی اور ہوا میں اُڑ گئی۔ کوئی محقق صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ اس سے صحیح نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتا۔ مولوی صاحب تحریر دینے سے کیوں ڈرتے ہیں۔ ہم بھی تو اپنی تحریر دیتے ہیں۔ کیا اُن کا منشا یہ ہے کہ بیچ میں بول بول کر خلط مبحث (بے فائدہ الجھاؤ) کردیں۔ اور گڑ بڑ پچ کر بات کا کوئی قطعی فیصلہ نہ ہوسکے۔ سہارنپور میں علم و حکمت کا وہ چرچا نہیں جو لاہور میں ہے۔ لاہور آج دارالعلوم اور مخزن علم ہے۔ اور ہر ایک ملک اور شہر کے لوگ اور ہر مذہب و ملت کے اشخاص وہاں موجود ہیں۔ پس مولوی صاحب کو لکھ دیں کہ آپ لاہور چلیں اور میں بھی لاہور چلتا ہوں۔ اور آپ کا خرچ، آمدورفت اور قیام لاہور ایام بحث تک کا اور مکان کا کرایہ اور خرچ میرے ذمہ ہوگا۔ سہار نپور اہل علم کی بستی نہیں وہاں سوائے شور و شر اور فساد کے کچھ نہیں ہے۔ پیر سراج الحق نعمانی صاحب نے حضرت مرزا صاحب کی جوابی تحریر اپنے ہاتھوں سے لکھ کر مرزا صاحب سے تصدیقی دستخط کروا کر پھر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کو گنگوہ بھیجا مگر وہاں سے پھر وہی جواب آیا کہ ''میں لاہور نہیں جاتا'' صرف سہارنپور تک آسکتا ہوں اور بحث تحریری مجھے منظور نہیں نہ میں خود لکھوں اور نہ کسی دوسرے شخص کو لکھنے کی اجازت دے سکتا ہوں۔

حضرت مرزا صاحب نے گنگوہی صاحب کے اس جواب کو پڑھ کر فرمایا کہ:

''ان لوگوں میں کیوں قوت فیصلہ اور حق و باطل کی تمیز نہیں رہی اور کیوں ان کی سمجھ بوجھ جاتی رہی یہ حدیث پڑھاتے ہیں محدث کہلاتے ہیں مگر فہم و فراست سے ان کو کچھ حصہ نہیں ملا۔ گنگوہی صاحب کو لکھ دو کہ ہم مباحثہ کے لئے سہارنپور ہی آجائیں گے۔ آپ سرکاری انتظام کرلیں جس میں کوئی یورپین افسر ہو۔ بعد انتظام سرکاری ہمیں لکھ بھیجیں ہم تاریخ مقررہ پر آجاویں گے اور ایک اشتہار اس مباحثہ کی اطلاع دینے کے لئے شائع کردیا جائے گا تاکہ لاہور وغیرہ مقامات سے صاحب علم اور مباحثہ سے دلچسپی رکھنے والے لوگ سہارنپور آجاویں۔ اگر لاہور چلتے تو وہاں سرکاری انتظام کا ذمہ ہم لیتے۔ باقی رہا تحریری اور تقریری مباحثہ کا جھگڑا سو اس کو اس وقت پر اٹھا رکھیں تو بہتر ہے۔ جیسی حاضرین جلسہ کی رائے ہوگی کثرت رائے پر ہم تم کاربند ہوں گے۔ خواہ

تقریری خواہ تحریری جیسا اس وقت مناسب سمجھا جاوے گا ہو جاوے گا۔آپ مباحثہ ضرور کریں۔سب لوگوں کی نظر آپ پر ہے۔''

حضرت مرزا صاحب کی یہ تحریر پیر سراج الحق نعمانی صاحب نے حسب معمول مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو لکھ کر گنگوہ بھجوادی۔مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کا جواب آیا کہ ''انتظام کا میں ذمہ دار نہیں ہوسکتا''۔اس پر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کو کم از کم تین خطوط بھیجے گئے جن میں ان کو طرح طرح سے مباحثہ کے لئے ابھارا گیا مگر مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب نے جواب ہی نہیں دیا۔مثل مشہور ہے ''ایک چپ سو بلا کو ٹالتی ہے'' اور مولوی رشید احمد گنگوہی نے مباحثہ کو بہانہ سے ٹال دیا۔''

میں عاجز ملک بشیر اللہ خان نے یہ خصوصی مضمون تمام احباب جماعت احمدیہ لاہور خصوصاً جوانوں اور جنہوں نے اس اہم دعویٰ ''مسیح موعود، مہدی موعود'' سے متعلق غور وفکر نہیں کیا میرے نزدیک دور حاضر میں وقت کی ضرورت ہے کہ تمام احباب جماعت احمدیہ لاہور حیات مسیح، وفات مسیح، نزول مسیح سے متعلق مکمل حوالہ جات مسیح موعود کی کتب سے ازبر یاد کرلیں، گھروں میں اپنے احمدی افراد سے اس دعویٰ پر تبادلہ خیالات کریں، گھروں میں بھی مسیح موعود علیہ السلام کے ظلی بروزی نبی کا مفہوم واضح کریں کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ نے ہرگز ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ اس سے مراد مجددیت ہے۔ظل اور بروز کے الفاظ بذات خود نبوت کی نفی کرتے ہیں کیونکہ ظل کا کوئی وجود نہیں ہوتا۔اپنی ذہانت سے بھی معترضین کے بے ہودہ قسم کے اعتراضات کا جواب دیں۔

یہ یاد رکھیں کہ حضرت صاحب کے دعویٰ مجددیت پر اس وقت کے عامہ مسلمانوں اور علمائے دین کو اعتراض نہ تھا بلکہ بڑے بڑے نام آپ کی زیارت کو سعادت سمجھتے تھے۔

1890 میں عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور امام کم منکم تم میں سے تمہارا امام ہوگا، دعویٰ مسیح، موعود مہدی کرنے پر آپ کے خلاف فتویٰ کفر کے پہاڑ گرا دیئے گئے۔میں اُمید کرتا ہوں کہ انشاء اللہ میرا یہ مضمون احباب جماعت کو ضرور فائدہ دے گا۔

درثمین

علامات المقربین

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار

اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب

اسے دے چکے مال و جان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار

لگاتے ہیں دل اپنا اُس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(منقول از نشانِ آسمانی صفحہ ۴۶ حاشیہ مطبوعہ ۱۸۹۲ء)

جمعہ کی عظمت واہمیت

عثمان احمد (واعظ)

دنیا میں ہر مذہب اپنے اجتماع کے لئے کوئی نہ کوئی دن رکھتا ہے۔ کسی مذہب میں وہ دن مہینہ بعد آتا ہے تو کسی مذہب میں ہفتہ وار اور اس دن میں اکٹھے ہونے کو بعض لوگوں نے تفریح کا سامان بنالیا اور بعض نے اس دن کو عبادات کے لئے مخصوص کرلیا۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انسان ہر وقت اپنے ساتھ افراد کو چاہتا ہے اور افراد کا اجتماع ہی قوموں کی سربلندی کا ذریعہ بنا ہے۔ جب ہم تاریخ عالم پر غور کرتے ہیں تو انبیاء کی سیرت میں یہ بات یکساں نظر آتی ہے کہ ہر نبی اپنی قوم کو اکٹھا کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ کہیں یہ قیام کوہ طور پر اور کہیں یہ قیام مصر کی سلاخوں کے پیچھے یوسف علیہ السلام کرتے ہیں اور کہیں اس قیام کے لئے ہم اپنے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ کعبتہ اللہ کو تعمیر کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اور یہی سیرت پیغمبر آخر زماں جناب محمد صلعم نے اپنائی کہ اسلام کے آغاز میں ہی آپؐ نے اپنے ساتھیوں کو جمع ہونے کا حکم دے دیا۔ اب یہ اجتماع کبھی کعبہ کی دیواروں کے سایہ میں ہوتا تو کبھی ارقمؓ کے گھر میں نماز کی صورت میں یہ اجتماع ہوتا جس میں ایک اجتماعی عبادت ہوتی۔ اجتماعی طور پر اپنے خدا کی رحمتوں کو مانگا جاتا دوسرا ایک دوسرے کے حال واحوال سے باخبر رہنے کا بھرپور موقعہ ملتا۔ جیسے جیسے افراد مسلم تبلیغ رسولؐ سے بڑھتے گئے اور دُور دراز تک وحدہ لاشریک خدا کی عبادت کرنے والے پھیل گئے تو پانچ وقت ایک مقام پر اکٹھا ہونا مشکل تھا تو پیغمبر خدا صلعم نے اپنے اپنے علاقہ میں مسجد بنا کر نماز پڑھنے کی اجازت دے دی۔

اب یہ اجتماع پانچ وقت اپنے اپنے علاقہ کے لوگ اپنی مسجد میں کرتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنا فضل عظیم کرتے ہوئے امت مسلمہ کو صلوٰۃ الجمعہ کی نعمت عطا فرمائی کہ تمام علاقوں کے لوگ ایک جامع مسجد میں اکٹھے ہوجائیں جہاں پر قوم قبیلہ اور علاقائی تعصب سے بالاتر ہوکر ایک رب العالمین کے سامنے عبد ہونے کے ناطے رنگ ونسل کو بھول کر ایک ہی صف میں ایک ہی وقت میں اس کی بندگی میں محو ہوجائیں۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ نماز جمعہ مکہ میں ہی فرض ہوگئی تھی اور پھر مدینہ شریف میں ہجرت کے فوراً بعد آپؐ نے علی اعلان نماز جمعہ ادا کی۔ جمعہ کا دن مسلمانوں پر خدا تعالیٰ کا احسان عظیم ہے اگر ہم مذاہب عالم کا مطالعہ کریں تو یہ بات نہایت بھاری نظر آتی ہے کہ اُن کو عبادت والے دن ہر قسم کے کام سے روکا گیا تھا۔ جیسے عیسائی اتوار کو اور یہودی یوم سبت کو۔ مگر مسلمانوں سے اللہ تعالیٰ نے محبت کی انتہاء کردی۔

فرمایا: ''پس جب نماز ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو تاکہ تم کامیاب ہوجاؤ۔'' (سورۃ الجمعہ)

اب یہاں یہ اللہ تعالیٰ نے پورے دن کے لئے مسلمانوں کو پابند نہیں کیا بلکہ اجازت دے دی کہ نماز جمعہ ادا کرو اور باقی وقت میں اپنا کام کاج کرو اس میں کوئی حرج نہیں اب اس سے بڑھ کر اور کیا آسانی ہوسکتی ہے، مگر افسوس کہ اب بھی ہمیں نماز جمعہ بوجھ نظر آتی ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد جب تم اللہ کا فضل تلاش کروگے تو تمہاری کامیابی یقینی ہے۔ نماز جمعہ کی برکات وثمرات اَن گنت ہیں جن کو شمار کرنا کٹھن مشق کا کام ہے۔

جمعہ کا دن جہاں روحانیت کو بڑھانے کا موجب بنتا ہے وہاں صفائی ستھرائی کا ذریعہ بھی بنتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ نماز جمعہ سے جہاں خدا تعالیٰ کا قرب ملتا ہے وہاں اپنے دینی بھائیوں کی قرابت بھی میسر آتی ہے۔ جس سے ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ملتی ہے۔ باہمی اتفاق واتحاد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور متفق اور متحد رہنے کا درس ملتا ہے تکبر اور انا ختم ہونے کا ذریعہ بنتا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خطبہ جمعہ علم میں اضافے کا باعث بنتا ہے مگر افسوس کہ ہم میں سے اکثر لوگ

خطبہ سے محروم رہ جاتے ہیں حالانکہ نبی آخرزماں صلعم نے جمعہ والے دن پہلے آنے کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جمعہ کے دن سب سے پہلے مسجد میں آنے والا ایک اونٹ اللہ کی راہ میں صدقہ کرنے کا ثواب پاتا ہے۔ اب ہم خود ہی غور کریں کہ اتنا بڑا ثواب جو کہ ہمیں بغیر کسی مشقت کے آسانی کے ساتھ مل رہا ہے۔ ہم اپنی غفلت کی وجہ سے کتنے بڑے اجر سے محروم ہو جاتے ہیں۔ نبی کریم صلعم نے اجتماعی دعا کی بڑی فضیلت اور افادیت بیان کی۔ دعا اللہ تعالیٰ فرد واحد کی بھی قبول کرتا ہے مگر اجتماعی دعا کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

جمعہ کے دن ہمیں اس بات کا موقع ملتا ہے کہ ہم اجتماعی طور پر باری تعالیٰ کے سامنے گڑگڑائیں۔ عاجزی اور انکساری سے اس کی رحمت کو طلب کریں۔ کیونکہ اجتماعی دعا میں اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے۔ صحیح بخاری شریف میں آتا ہے ایک دن آپ صلعم خطبہ دے رہے تھے تو ایک شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ خشک سالی کی وجہ سے فصل نہیں ہوئی انسان کیا جانور بھی سخت تکلیف میں ہیں۔ اللہ کے رسول دعا کیجئے خدا تعالیٰ باران رحمت برسائے۔ آپ صلعم نے اسی وقت ہاتھ اٹھائے اور صحابہ کرامؓ کے ساتھ اجتماعی دعا کی۔ خدا تعالیٰ کو جمعہ کے اجتماع کی یہ اجتماعی دعا اس قدر پسند آئی کہ صحابہ اکرام کے باہر نکلنے سے پہلے بارش شروع ہوگئی۔

نماز جمعہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے پہلا حصہ اس کا خطبہ ہے جس میں کوئی امر جو بہبود قوم سے تعلق رکھتا ہو بیان کیا جا سکتا ہے۔ خطبہ کا مقصد لوگوں کی تعلیم و تربیت ہے تا کہ ان کو ان کے فرائض سے آگاہ کیا جائے۔ انہیں ان کے فلاح و بہبود کے رستوں پر ڈالا اور انہیں ان باتوں سے متنبہ کیا جائے جو ان کے لئے ضرر رساں ہیں اور ان کی تباہی و بربادی کا موجب ہو سکتی ہیں۔ اسی بناء پر خطبہ اس زبان میں ہونا چاہیے جس کو لوگ سمجھ سکیں۔ ایسے سامعین جو عربی سے نابلد ہیں انہیں عربی زبان میں خطبہ دینا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ فی الحقیقت جمعہ کا خطبہ مسلمانوں کی تعلیم اور باحیثیت مجموعی مسلمان امت کی زندگی کو قائم رکھنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا فاروق اعظم نے نبی کریم صلعم کی سنت کے مطابق یہ حکم دے رکھا تھا کہ پانچ وقت نماز کو آپ اپنے محلّہ کی مساجد میں ادا کر سکتے ہیں مگر جمعہ آپ کو شہر کی جامع مسجد میں ہی ادا کرنا ہوگا تا کہ اجتماعیت قائم رہ سکے۔

اپیل دستکاری

ہر سال مرکز میں تنظیم خواتین کے زیر اہتمام نہایت خوبصورت دستکاری کی نمائش کی جاتی ہے۔ ان اشیاء کی فروخت سے ملنی والی رقم دینی اور فلاحی کاموں پر خرچ کی جاتی ہے۔

گذشتہ سال دستکاری کی نمائش میں رکھی گئی اشیاء بہت خوبصورت اور بیش قیمت تھیں۔ اس وجہ سے نمائش نہایت کامیاب اور قابل تحسین رہی۔ یہ لائق فخر کامیابی صرف احمدی بہنوں اور بچیوں کے تعاون اور محنت سے ممکن ہوئی۔

اُمید ہے کہ آپ یہ اشیاء بنانے میں مصروف ہوں گی۔ اور ہمیشہ کی طرح جماعت احمدیہ لاہور کے عظیم الشان دینی جہاد میں آپ بھی شامل ہوں گی۔

آپ سب سے درخواست ہے کہ دستکاری کی نمائش کو گذشتہ سال سے بڑھ چڑھ کر کامیاب بنائیں۔ اس میں خود بھی حصہ لیں اور دوسری بہنوں کو بھی ترغیب دلائیں۔

شکریہ

آپ کے تعاون کی منتظر

بشریٰ علوی

انچارج دستکاری خواتین

مرض روحانی جہل اور اس کے زوائد از روئے تصوّف

احمد فراز (ملتان)

یہ روحانی مرض ہے۔ سب مرضوں کی جڑ اور سب کا سردار ہے۔ جو مرض بھی ہے وہ جہالت سے کم ہے اور اس کا علاج بھی سہل ہے اور جہل جہنم کا درک اسفل ہے۔ اللہ تعالیٰ خبیث روحوں کو اس کے ساتھ اس کے سبب سے عذاب کرتا ہے۔ جیسا کہ طیّب روحوں کو علم کے سبب سے ثواب دیتا ہے۔

جہالت کیا چیز ہے؟ دل کی آنکھ کا اندھا ہونا، اس کے کانوں کا بہرہ ہوجانا، اس کی زبان کا گونگا ہوجانا کیونکہ جہل جب قلب پر غالب ہوتا ہے معارف کے انوار قلب سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں اور کمال کے حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے۔ حواس قلب کے بالکلیہ گم ہوجاتے ہیں یہاں تک کہ مثل پتھر کے بن جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت۔ خداوند تعالیٰ جاہل کی عبادت قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس کی دُعا کو سنتا ہے اور نہ ہی اس کی نداء کو سنتا ہے اور نہ ہی جواب دیتا ہے۔

یہ مرض جہل عقل کا دشمن اور علم کی ضد ہے اور نہایت ہی مہلک مرض ہے۔ جس وقت یہ مزاج کو فاسد کر دیتا ہے اس وقت اس کا علاج ممکن نہیں ہوتا اور اس کے اور بھی زوائد ہوتے ہیں۔ جیسے 'الجبن' بخل وغیرہ

روحانی امراض میں سے بزدلی بھی ایک مرض ہے کیونکہ جاہل کا قلب بزدل ہوتا ہے کیونکہ وہ قضاء وقدر کے رازوں سے واقف نہیں ہوتا۔ راہِ خدا میں قدم رکھنے سے بزدلی کرتا ہے۔ اس مرض کا علاج تقویٰ ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے خدا تعالیٰ سے تقویٰ کیا وہ قوت کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے اور اپنے دشمن کے ملکوں میں امن کے ساتھ پھرتا ہے۔''

جہل کا علاج یہ ہے کہ علم دین حاصل کرے کیونکہ تعلیم علمِ حق میں مشغول ہونے والا ہی مرض جہل کا علاج کرنے والا ہے۔

امراض روحانی اور جہل کے زوائد میں سے ایک مرض ''جفا'' ہے جاہل دوسرے پر کیونکر نہ جفا کرے گا۔ حالانکہ جب خود اس نے جہالت کے ساتھ اپنی نفس پر جفا کی ہے اور جہل سے بڑھ کر اور کونسی جفا ہوسکتی ہے۔

پس جاہل کی سب سے بڑی جفاء یہ ہے کہ اُس نے اپنے آپ کو جہالت کی قید میں بند کر رکھا ہے اور تعلیم کے انوار سے محروم کر دیا ہے۔ جہل کی اور بھی بہت خرابیاں ہیں جن کا ذکر نہایت طویل ہے۔

الغرض یہ کہ جہل ایک کانٹے دار درخت ہے۔ ہر جز اور ہر حصہ اس کا کانٹا ہے۔ جو قلب میں چبھ جاتا ہے اور اس کے دامن کامل کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: ''جاہل میرا دشمن ہے اور عاقل میرا دوست ہے۔''

یہ امراض روحانی میں سے ایک مرض کلی ہے جب قلب اس مرض میں مبتلا ہوجاتا ہے تب اس میں بے شمار بیماریاں پیدا ہوجاتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: افرایت من اتخذ الھه ھواہ

''کیا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے پس خواہش وہ مرض ہے کہ اس مرض کے سبب سے مصالح قلب کی بصیرت سے پوشیدہ ہوجاتے ہیں۔ پھر قلب جس وقت مصالح سے حجاب میں ہیں اور مہمات سے رُک گیا اس کے آسمان میں چار طرف سے ہویٰ کی ہوائیں چلتی ہیں اور وہ جادہ معرفت سے منحرف ہوجاتا ہے اور صراط مستقیم کو چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرتا ہے کیونکہ ہویٰ ہدایت کی ضد ہے اور ہویٰ کا علاج ہدایت خداوندی ہے تمام آفتیں جو دنیا کے ہر گوشہ اور ہر ملک میں پھیلی ہوئی ہیں اور جس نے ملکی انتظام میں خلل ڈال رکھا ہے۔ یہ سب ہویٰ سے ہی پیدا ہوئی ہیں۔ کیونکہ ہویٰ جب قلب پر غالب ہوتی ہے تو اس کو انصاف کے راستہ سے روک دیتی ہے اور شریعت مصطفی کے سامنے سر جھکانے سے باز رکھتی ہے پس ہر شخص اپنی رائے پر قناعت کر لیتا ہے اور اپنی خواہش میں دینی نجات تلاش کرتا ہے۔

پس اے طالب! دین الٰہی میں غور کر اور فرمان الٰہی کو دیکھ فضل واضل عن سواء السبیل۔ ''خود گمراہ ہوا اور اوروں کو بھی سیدھے راستے سے گمراہ کیا''۔ پس ذات

باری تعالیٰ میں شک کرنا اور بتوں کی پرستش کرنا اور شرک کرنا اور نبوت سے منکر ہونا اور عبادت میں سستی کرنا اور احکامات کی مخالفت اور فواحش کا ارتکاب یہ سب ہوئی کے لوازم ہیں۔

وسواس

روحانی امراض میں سے ایک وسواس ہے۔ یہ مرض قلب میں حق کے راستہ سے خاطر کے پریشان ہونے سے پیدا ہوتا ہے اور فاسد اور جھوٹے گمان اس کی تائید کرتے ہیں اور خواہش بھی اس کو مدد پہنچاتی ہے۔ اس مرض سے قلب کے اعمال میں خبط الحواسی واقع ہوتی ہے جیسے کہ مالیخولیا سے دماغ کا حال ہو جاتا ہے اور اکثر اوقات یہ وسوسہ باہر سے بھی قلب کے اندر آ جاتا ہے۔ مثلاً شریر شخص کسی غریب شاگرد کو بہکا دے اور فاسق سلیم مبتدی کے دل میں وسوسہ ڈالے اور عبادت سے اس کو روک دے اور کبھی یہ وسواس قلب کے اندر سے بھی پیدا ہوتا ہے۔

جیسے کہ قلب کے اندر رحمت الٰہی اور اس کی وسعت اور مغفرت کا خیال پیدا ہو کر خوف سے روک دے اس قلب میں شیطان اس صورت سے وسوسہ ڈالتا ہے کہ جو چاہے کر۔ خدا کی رحمت بڑی وسیع ہے تجھ کو بخش دے گا یہاں تک کہ بُرے افعال کراتے کراتے دوزخ میں اس کو گرا دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ اسی وسواس کی نسبت فرماتا ہے:

''کہو کہ میں پناہ مانگتا ہوں خداوند تعالیٰ سے شیطان کے وسوسوں سے جو لوگوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالتا ہے اور نظر نہیں آتا اور انسان اور جنات دونوں کے وسوسوں کے شر و فساد سے۔'' (سورۃ الناس)

شارع علیہ السلام نے اس سخت مرض کی دوا بھی مہیا کر دی ہے یعنی استعاذہ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے:

''فاستعذ باللّٰہ''

''خدا سے شیطان کے وسوں سے پناہ مانگ'' اس طرح اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ''پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کے ساتھ شیطان مردود کے شر سے''

پس استعاذہ یہ ہے کہ قلب کو ان وسوسوں سے مراقبہ اور ذکر الٰہی کی مواظبت کے ساتھ پاک صاف کیا جائے اور خدا کی بندگی و طاعت میں کوشش کی جائے۔ انہی امراض میں سے ایک مرض یہ بھی ہے کہ نمازی کی نماز میں وسوسے واقع ہوتے ہیں اور وہ نماز میں بھول جاتا ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ اس کو دوبارہ نیت باندھنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

زُعارَت

یہ ایک مرض ہے جو قلب میں ناشکری کے غالب ہونے اور پرہیزگاری کی قلت اور جہالت کے غلبہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ مرض شرک خفی سے مشابہ ہے اور اس کے پھل ایسے ہیں جیسے اندرائن کا پھل کڑوا اور زہر قاتل کیونکہ اس مرض کے اثر سے قلب ہر کام میں زیادتی کا طالب ہوتا ہے اور اعتدال کا راستہ اس سے چھوٹ جاتا ہے۔

پس جیسا کہ ہر کام میں نقص اور کمی مخل ہوتی ہے ایسے ہی زیادتی بھی مخل ہوتی ہے اور پھر اس زیادتی کے ساتھ انسان فضولیات میں پڑ جاتا ہے جن کی ضرورت نہیں ہوتی اور اکثر اوقات ان فضولیات ہی سے فواحش میں بھی گر جاتا ہے۔

زُور

یہ مرض قول میں بھی ہوتی ہے اور فعل میں بھی اور اصل اس کی طلب فضول کی حرص اور اپنے رائے فاسد کو اچھا سمجھنا اور اپنی خواہش کے شبہات میں پھنس جانا ہے جو شخص اس مرض میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے ہر ایک قول و فعل میں زور کے داخل ہونے سے پرواہ نہیں کرتا اور آخر کو یہ مرض اس کو ہلاک کر کے راہ حق سے روک دیتا ہے۔

ان سب امراض سے بچاؤ کا واحد ذریعہ وحی الٰہی کا علم حاصل کرنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ہے۔ جو سالک قرآن کی طرف رجوع کر لیتے اور اس پر عمل کرتے ہیں وہی ان امراض سے بچتے اور کامیاب ہوتے ہیں۔

☆☆☆☆

رپورٹ سالانہ تربیتی کورس

(02 جولائی تا 16 جولائی 2017ء)

قوموں کی ترقی اور کامیابی کے لئے جن بنیادی اقدامات کی ضرورت ناگزیر ہوتی ہے ان میں سب سے ضروری اور اہم اقدام اگلی نسل کی اعلیٰ بنیادوں پر تعلیم و تربیت کا اہتمام کرنا ہے۔ جو قومیں اپنی آنے والی نسل کی تعلیم و تربیت کو اہمیت نہیں دیتیں اور اہمال سے کام لیتی ہیں وہ دنیا میں اخلاقی، علمی اور عملی طور پر پستی کی جانب جھکتی چلی جاتی ہیں۔ لیکن جو قومیں اپنے نونہالوں کی پرورش اور نشوونما میں تعلیم و تربیت کو خاص وقعت دیتی ہیں۔ انہی میں ایسے اہل خرد، اہل الرّائے اور دانشور پیدا ہوتے ہیں جو ان قوموں کی تقدیر بدل دیتے ہیں۔ وہ قومیں نہ صرف صنعت و حرفت میں کمال کو حاصل کرتی ہیں بلکہ اخلاق و آداب، تہذیب و تمدن اور طرز معاشرت کے بام عروج کو چھو لیتی ہیں۔ اسی قانون فطرت کو سامنے رکھتے ہوئے جماعت احمدیہ لاہور کے چوتھے امیر حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب نے 1970ء کی دہائی میں سالانہ تربیتی کورس کی بنیاد رکھی تا کہ اپنے نوخیزوں کی ذہنی بالیدگی اور افزائش کے ساتھ ساتھ اسلام کے پیش کردہ اعلیٰ نظریات سے واقفیت اور احمدیت جو کہ اسلام کی اصل تصویر پیش کرتی ہے اس کی تعلیمات سے اُن کی وابستگی پیدا کی جا سکے۔ حضرت امیر ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب کی یہ سوچ جماعت احمدیہ لاہور کے لئے نہایت ہی کارگر ثابت ہوئی۔ بہت سارے احباب جماعت نے اس سالانہ تربیتی کورس سے فائدہ اٹھایا اور اُٹھا رہے ہیں۔ پہلے پہل یہ کورس نوجوانوں اور بڑی عمر کے افراد کے لئے تھا لیکن بعد از اں اطفال، شعبان اور بڑی عمر کے سبھی لوگوں کے لئے اس کو مختلف حصول میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس پندرہ روزہ کورس میں تمام عمر کے لوگوں کی ذہنی و جسمانی نشوونما کے لئے اصلاحی و اخلاقی تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عملی مشقوں اور کھیلوں وغیرہ کا بھی اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہ کورس تین دہائیوں سے انتہائی احسن انداز میں اپنے مقاصد کو پورا کر رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امسال بھی گذشتہ سالوں کی طرح احمدیہ انجمن لاہور کا سالانہ تربیتی کورس 02 جولائی تا 16 جولائی 2017ء منعقد ہوا۔

اس کورس میں اندرون ملک سے طلباء کی کثیر تعداد نے شرکت کی۔ بعض طلباء کے ساتھ آئے ہوئے والدین اور سرپرستوں نے بھی استفادہ حاصل کیا۔

اس کورس کو بچوں کی صلاحیت، تعلیم اور عمر کو مدنظر رکھتے ہوئے تین حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔

سینئر سکول 15 سال سے زائد۔ مڈل سکول 11 تا 15 سال۔

جونیئر سکول 11 سال تک۔

جونیئر سکول کے مزید دو سیکشن بنائے گئے:

جونیئر سکول A 5 سال تک۔ جونیئر سکول B 5 تا 11 سال

اس سال تربیتی کورس کے انچارج محترم فضل حق صاحب تھے۔ انہوں نے اپنی ٹیم کے ساتھ مل کر اس تربیتی کورس کو کامیاب بنایا۔

اس تربیتی کورس کا آغاز حضرت امیر ڈاکٹر عبدالکریم سعید پاشا صاحب ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی نصائح اور دعاؤں سے ہوا۔

اس مرتبہ تربیتی کورس کے پہلے دن کو امیر اوّل حضرت مولانا محمد علیؒ کے انگریزی ترجمۃ القرآن کے سو سال مکمل ہونے کی تقریب کے طور پر منایا گیا۔ اس تقریب میں مقررین جن میں قاری ارشد محمود صاحب، محترمہ صفیہ سعید صاحبہ اور ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب شامل تھے نے قرآن کریم کی عظمت پر روشنی ڈالتے ہوئے اس کی ترویج کے لئے تراجم کی ضرورت و اہمیت کو واضح کیا۔ اس کے ساتھ انہوں نے حضرت مولانا محمد علیؒ کی قرآن کے ساتھ محبت اور اس کے ترجمہ کے لئے وارفتگی کی کیفیت کو بیان کیا۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس ترجمۃ القرآن کی مقبولیت اور اسلام کو اس سے ہونے والے فوائد کا بھی تذکرہ کیا۔

اس صد سالہ تقریب ترجمۃ القرآن انگریزی کے آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور حضرت مولانا محمد علیؒ کو خراج تحسین پیش کیا۔

پہلے دن کی تقریب کے بعد دوسرے یوم سے باقاعدہ کلاسز کا آغاز ہوا۔

اس کورس کے ذریعے طالب علموں کو جن موضوعات سے روشناس کروایا گیا وہ یہ ہیں:

''ارکان اسلام، تصور جہاد، نماز باترجمہ، قرآنی ومسنون دعائیں، نماز ومسجد کے آداب، سیرت خیر البشر، مجدد اعظم، اسلام قرآن کی روشنی میں، عملی نماز، حیات ڈاکٹر اصغر حمید صاحبؒ، اخلاق وآداب، سورۃ الفاتحہ کی تفسیر، مسیح ومہدی کی آمد کی پیشگوئیاں، حضرت مرزا غلام احمد قادیانیؒ کے دعاوی، ختم نبوت، مختصر حفظ وتجوید، وفات مسیح، مسیح موعود کی پیشگوئیاں، ذہنی نشوونما کی ورکشاپ، کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی، تصور خلافت، تصور دجال، اختلاف سلسلہ احمدیہ، حقوق العباد، قرآن و سائنس، بیعت کی اہمیت، اعتراضات کے جوابات، نماز کی اہمیت، کتاب جنگ مقدس، احمدی طالب علموں کا طریقہ کار۔''

ادائیگی نماز میں باقاعدگی کا خاص اہتمام کیا گیا اور نماز کے خاص نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے۔

نماز فجر کے بعد ملفوظات حضرت مسیح موعودؑ پڑھنے اور نماز مغرب کے بعد درس قرآن کا سلسلہ جاری رہا۔جس میں طلبہ و طالبات کی حاضری (شرکت) لازمی ٹھہرائی گئی ۔ بچوں اور نوجوانوں کے اعتماد اور ذہنی صلاحیت کو ابھارنے (نکھارنے) کے لئے تقریری اور کوئز مقابلوں کا اہتمام کیا گیا اور ان مقابلوں کے نمبر تحریری امتحان میں شامل کئے گئے ۔ان دونوں مقابلوں میں بچوں اور نوجوانوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

بچوں، بچیوں اور نوجوانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ جسمانی تربیت کا بھی خاص اہتمام کیا گیا۔بچوں اور نوجوانوں کے لئے فٹ بال ٹورنامنٹ کروایا گیا اور بچیوں کے لئے بیڈمنٹن کا انتظام کیا گیا۔

نتائج اس طرح رہے:

فٹ بال (شبان الاحمدیہ)

فٹ بال ٹورنامنٹ میں چار ٹیموں نے حصہ لیا۔

پوزیشن	قیادت
اوّل	حسیب عصمت
دوم	عبداللہ فیاض
سوم	ولید احمد
چہارم	اسد نصیر

بیڈمنٹن ٹورنامنٹ (بنات الاحمدیہ)

(مڈل گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	درشہوار احمد
دوم	شگفتہ احسان

(سینئر گروپ)

پوزیشن	قیادت
اوّل	جویریہ
دوم	رابیل مظفر احمد

حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باوجود بچوں کی حوصلہ افزائی کے لئے گراؤنڈ میں تشریف لاتے رہے۔

بچوں کی تفریح کے لئے دارالسلام کالونی میں یوتھ ڈے کا انعقاد کیا گیا جس میں رسہ کشی، سپون ریس اور دیگر مختلف کھیلوں کے مقابلے کروائے گئے۔

کورس کے اختتام سے قبل تحریری امتحان لیا گیا۔ طالبہ ''ثناء احمد'' نے اوّل پوزیشن حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''صاحبزادہ عبدالطیف شہید شیلڈ'' اور ''ڈاکٹر آصف حمید گولڈ میڈل'' اور دوسری پوزیشن'' حارثہ عزیز'' نے حاصل کی جس کو پروفیسر رضیہ مدد علی ''سلور میڈل'' اور انور شہید شیلڈ سالانہ دعائیہ پر دیا جائے گا۔

مڈل سکول میں اوّل پوزیشن'' عائشہ تنویر صاحبہ'' نے حاصل کی جس کو حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ ''حامدہ رحمٰن گولڈ میڈل'' اور ''پروفیسر خلیل الرحمٰن شیلڈ'' سالانہ دعائیہ پر دیں گے۔

مورخہ 16 جولائی 2017ء کو تربیتی کورس کی اختتامی تقریب منعقد ہوئی۔
حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلبہ وطالبات کو شیلڈز، کیش پرائز سے نوازا۔
آخر میں حضرت امیر ایدہ اللہ تعالیٰ نے تمام شرکاء کو دعاؤں سے رخصت کیا۔
سالانہ تربیتی کورس 2017ء کے مختلف مقابلہ جات میں پوزیشن حاصل کرنے والے طلباء وطالبات کے نام درج ذیل ہیں۔

تقریری مقابلہ

سینئر سکول

اول: حارثہ عزیز

دوم: ثناء احمد

سوئم: عیشہ عزیز

مڈل سکول

اول: دانیال احمد

دوم: عائشہ تنویر

سوئم: ارسلان شکیل

جونیئر سکول۔ B

اول: محمد احمد سیال

دوم: محمد احمد تنویر

سوئم: فیضان بیگ

جونیئر سکول۔ A

اول: فاریہ بیگ

دوم: سمیعہ ماجد

سوئم: عبدالرحمٰن

کوئز مقابلہ:

سینئر سکول

اول: مظفر احمد

دوم: سیاب احمد

سوئم: صاحبزادہ اسد نصیر

مڈل سکول

اول: دانیال احمد

دوم: اوصاف احمد

سوئم: محمد علی

جونیئر سکول۔ B

اول: محمد احمد تنویر

دوم: عمر حیات

سوئم: محمد احمد سیال

جونیئر سکول۔ A

اول: فاریہ بیگ

دوم: عبدالرحمٰن

سوئم: نصیبہ عبدالحق

تحریری امتحان

سینئر سکول

اول: ثنا احمد

دوم: حارثہ عزیز

سوئم: مظفر احمد

مڈل سکول

اول: عائشہ تنویر

دوم: محمد علی

سوئم: شگفتہ احسان

جونیئر سکول۔ B

اول: محمد سکندر احمد، محمد تنویر احمد

دوم: عمر حیات

سوئم: سارہ محسن، فیضان بیگ

جونیئر سکول۔A

اول: فاریہ بیگ، سمیعہ ماجد

دوم: نصیبہ عبدالحق

سوئم: سمیع اللہ، محمد عمر سانی

از: محمد اعظم علوی مرحوم

الوداع

(تربیتی کورس کے طلبہ کے لئے)

اے عزیزانِ مکرم الوداع
اے بزرگانِ معظم الوداع
الوداع اے نونہالانِ چمن
الوداع اے ابر و بارانِ چمن
شاخسارانِ چمن کو الوداع
یادگارانِ چمن کو الوداع
آپ کے جوشِ عقیدت کو سلام
آپ کے حسنِ شرافت کو سلام
دین کی خاطر عزم و ہمت کو سلام
اور سفر کی ہر صعوبت کو سلام
دل میں کیا کیا ولولے لائے تھے آپ
علمِ دین کے واسطے آئے تھے آپ
شکر للہ آپ نے حاصل کیا
نور عرفاں علمِ قرآں مرحبا
آپ جس نقش قدم پر ہیں رواں
ہے بزرگوں سے عقیدت کا نشاں
گامزن ہیں آپ اب جس راہ پر
دیں کے ماتوں کی یہی ہے رہ گذر
اس کے راہی منزلوں سے باخبر
دین و دنیا میں بنے ہیں راہبر
آپ ہی وارث ہیں اس جاگیر کے
جس میں کانٹے ہیں بہت تکفیر کے
محتسب حافظ نہیں غماز ہے
یہ فقیہہ شہر کا ہمراز ہے
آپ کے قول و عمل کا امتیاز
آپ کے کردار میں اوج و فراز
اس گھنونی صورت حالات کو
روز روشن میں بدل دیں رات کو
پھر خدا نے آپ کو دی ہے زباں
آپ ہی ہیں دینِ حق کے ترجمان
دین و دنیا کے لئے روشن کتاب
آپ ہی ہیں آفتاب و ماہتاب

☆☆☆☆

والدین آپ کی توجہ کے مستحق

آفتاب احمد (زیر تربیت واعظ)

ترجمہ: ’’اور تیرے رب نے فیصلہ کردیا ہے کہ اس کے سوائے (کسی کی) عبادت نہ کرو اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو اُف (تک) نہ کہہ اور نہ ان کو ڈانٹ اور ان دونوں سے ادب سے بات کر۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری کا بازو جھکا۔ اور کہہ اے میرے رب! تو ان پر رحم کر۔ جس طرح انہوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا۔‘‘ (سورۃ بنی اسرائیل آیت 23)

والدین کی خدمت واطاعت عمر کے ہر حصے میں واجب ہے۔ بوڑھے ہوں یا ادھیڑ عمر لیکن جن آیات کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں بڑھاپے کا خصوصیت سے ذکر ہے۔ اس عمر میں جا کر ماں باپ بعض مرتبہ چڑ چڑے ہوجاتے ہیں اور عقل وفہم بھی جواب دینے لگتی ہے اور انہیں طرح طرح کی بیماریاں بھی لاحق ہوجاتی ہیں۔ وہ خدمت کے محتاج ہوجاتے ہیں اور ان کی خواہشات ومطالبات بھی کچھ ایسے ہوجاتے ہیں جن کا پورا کرنا اولاد کے لئے مشکل ہوجاتا ہے۔

اس لئے قرآن کریم میں والدین کی دلجوئی اور راحت رسانی کے احکام دینے کے ساتھ انسان کو اس کا بچپن کا زمانہ یاد دلایا کہ کسی وقت تم بھی اپنے والدین کے اس سے زیادہ محتاج تھے۔ جن کو اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے نوازا ہے وہ اس چیز کو زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں کہ بچپن میں بچہ والدین کا کتنا محتاج ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا:

’’کہ ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری کا بازو جھکا۔‘‘

جیسا کہ قانون قدرت ہے جب والدین بڑھاپے میں پہنچ جاتے ہیں تو وہ بھی سہارے کے محتاج ہوجاتے ہیں۔ تو ہمیں چاہیے کہ جس طرح انہوں نے ہمارے لئے اپنی راحت اور خواہشات کو ہم پر قربان کردیا اور ہماری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا۔ اب جبکہ ان پر محتاجی کا یہ وقت آیا تو عقل اور شرافت کا تقاضا ہے کہ ان کے اُن سابق احسان کا بدلہ ادا کیا جائے۔

لیکن افسوس ہم سب اس چیز میں بہت کمزور ہیں۔ ماں باپ نے تو ہماری بے عقلی کی باتوں کو پیار کے ساتھ برداشت کیا اور ایک بات کو بار بار سنا لیکن ہم ان کی بات کو صرف ایک ہی دفعہ سن سکتے ہیں۔ دوبارہ سننے کی ہم میں برداشت نہیں۔

قرآن کریم سورۃ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ’’اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا سوائے اللہ کے کسی کی بندگی مت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔‘‘

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

اسی طرح سورۃ لقمان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ’’میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ تمہاری بازگشت میری طرف ہے۔‘‘

اس آیت قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے والدین کو اپنے ساتھ رکھا کہ میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ اور ساتھ خبردار بھی کردیا کہ تمہاری بازگشت میری طرف ہے۔

اگر اسی آیت کے آغاز میں دیکھیں تو اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

ترجمہ: ’’اور ہم نے وصیت کی انسان کو اس کے والدین کی طرف کہ جس کی ماں نے دُکھ پر دُکھ سہہ کر اسے پیٹ میں اٹھائے رکھا اور دُو برس تک اسے دودھ پلایا۔‘‘

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اولاد کے ضمیر کو جھنجھوڑا ہے کہ اپنے والدین اور بالخصوص ماں کی زحمتوں اور تکلیفوں کو فراموش یا نظر انداز کر کے اپنی توجہ بیوی، بچوں پر مرکوز نہ کرنا۔

قرآن کریم نے اس موضوع کو متعدد جگہوں پر بیان کیا ہے۔ جیسا کہ سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ترجمہ: ’’اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی اور بھلائی سے پیش آؤ۔‘‘

والدین کا حق اتنا بڑا ہے کہ اللہ کی عبادت اور شرک کی ممانعت کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ نیک سلوکی کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن پاک کے بعد اگر ہم احادیث کی طرف آئیں تو احادیث مبارکہ میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک

کی تلقین کی گئی ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا:

''اس کی ناک غبار آلودہ ہو۔اُس کی ناک خاک آلودہ ہو۔اُس کی ناک خاک آلودہ ہو(یعنی ذلیل اور رسوا ہو) کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم وہ کون ہے؟ حضور صلعم نے فرمایا کہ جس نے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کے وقت میں پایا پھر (اُن کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔''

(صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں سے ایک یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین پر لعنت کریں۔صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلعم کوئی شخص اپنے والدین پر بھی لعنت کر سکتا ہے؟ آپ صلعم نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کے والدین کو گالی دیتا ہے اور وہ بدلے میں اس کے والدین کو گالی دے (تو یہ اپنے والدین پر لعنت کے مترادف ہے)۔

اس حدیث میں یہاں تک تنبیہہ کی کہ تمہارے اعمالِ ذاتی کی وجہ سے بھی والدین کو کسی نوع کی تکلیف نہ پہنچے لیکن یہ بیماری آج کل ہم لوگوں میں عام پائی جاتی ہے۔اللہ ہمیں ان چیزوں سے بچائے۔

ایک اور حدیث میں آتا ہے۔ایک دفعہ نبی کریم صلعم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا اور اپنے باپ کی شکایت کی کہ جب چاہتے ہیں میرا مال حسب منشاء لے لیتے ہیں۔نبی کریم صلعم نے اس کے باپ کو طلب کیا۔جس نے حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلعم ایک زمانہ تھا جب یہ کمزور اور بے بس تھا اور مجھ میں طاقت تھی، میں مال دار تھا اور یہ خالی ہاتھ۔میں نے کبھی اپنی چیز لینے سے نہیں روکا۔آج میں کمزور ہوں اور یہ تندرست ہے۔میں خالی ہاتھ ہوں اور یہ مال دار ہے۔اب یہ اپنا مال مجھ سے بچا بچا کر رکھتا ہے۔بوڑھے کی باتیں سن کر حضور صلعم اشکبار ہو گئے اور شکایت گزار بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے۔''

احادیث مبارکہ کے بعد اب ہم حضرت مرزا صاحب کے معارف کی طرف آتے ہیں۔آپؑ فرماتے ہیں:

''عارضی اور ظلی طور پر دو اور بھی وجود ہیں جو ربوبیت کے مظہر ہیں۔ایک جسمانی طور پر، دوسرا روحانی طور پر۔جسمانی طور پر والدین ہیں اور روحانی طور پر مرشد اور ہادی ہیں۔دوسرے مقام پر تفصیل کے ساتھ بھی ذکر فرمایا ہے۔یعنی خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا۔اس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے۔۔۔۔

ماں باپ بچوں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ ان کی محبت میں ہر قسم کے دُکھ شرح صدر سے اٹھاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی زندگی کے لئے مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے۔پس خدا تعالیٰ نے تکمیل اخلاق فاضلہ کے لئے رب الناس کے لفظ میں والدین اور مرشد کی طرف ایما فرمایا ہے تا کہ اس مجازی اور مشہور سلسلہ شکر گزاری سے حقیقی رب اور ہادی کی شکر گزاری میں لے لئے جائیں۔''

(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 315)

''والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے ہی بدقسمت ہیں ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا پر اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ بخشے نہ گئے۔والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔''(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 289)

''مسکین سے مراد والدین بھی ہیں۔کیونکہ وہ بوڑھے اور ضعیف ہو کر بے دست و پا ہو جاتے ہیں اور محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالنے کے قابل نہیں رہتے۔اس وقت ان کی خدمت ایک مسکین کے رنگ میں ہوتی ہے اور اسی طرح اولاد جو کمزور ہوتی ہے اور کچھ نہیں کر سکتی اگر یہ اس کی تربیت اور پرورش کے سامان نہ کرے تو وہ گویا یتیم ہی ہے۔پس ان کی خبر گیری اور پرورش کا تہیہ اس اصول پر کرے تو ثواب ہوگا۔''(ملفوظات جلد سوم صفحہ 599)

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ جن کے والدین زندہ ہیں ان کو اللہ تعالیٰ صحت کے ساتھ لمبی زندگی عطا فرمائے اور اُن کی اولادوں کو ان کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جن کے والدین اس دنیائے فانی کو چھوڑ چکے ہیں ان کی مغفرت فرمائے۔آمین

☆☆☆☆

انگریزی سے ترجمہ: ہما خالد، ایم۔اے

برلین مسجد میں تبلیغی سرگرمیاں

رپورٹ ماہ جون 2017ء

از: عامر عزیز، ایم اے (امام برلین مسجد)

مقامی چرچ میں جماعت احمدیہ لاہور کی نمائندگی

3 جون: رمضان کی مناسبت سے برلن میں موجود ایک مقامی چرچ کی جانب سے افطار پروگرام کا اہتمام کیا گیا اور امام برلین مسجد کو بھی مدعو کیا گیا۔ محترم عامر عزیز صاحب نے اس تقریب میں پہلے رمضان کے موضوع پر لیکچر دیا اور بعد ازاں نمازِ مغرب کی امامت بھی کرائی۔ اسلام اور جماعت احمدیہ لاہور کا موقف مختلف ممالک سے آئے ہوئے شرکاء تک پہنچانے کا یہ ایک اچھا موقع تھا۔ حاضرین تقریب نے اسے بہت سراہا۔

فری یونیورسٹی برلن کا دورۂ مسجد

6 جون اور 9 جون کو فری یونیورسٹی برلین کے وفود نے برلن مسجد کا دورہ کیا۔ کچھ عرصہ قبل بھی مذکورہ بالا یونیورسٹی کے طلباء نے مسجد کا ''واک'' کے دوران دورہ کیا تھا اور اسی وجہ سے مزید طلباء بھی تشریف لائے۔ تمام شرکاء کو پریذنٹیشن کے علاوہ سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے۔ الحمدللہ برلن مسجد دن بدن اپنا مقام بڑھا رہی ہے اور مقامی ادارے خوشی اور دلچسپی سے یہاں کا دورہ کرنے کے لئے اکثر آتے رہتے ہیں۔

اسلامی تنظیم کی جانب سے خصوصی پروگرام میں جماعت احمدیہ لاہور کی نمائندگی

12 جون: رمضان کے بابرکت مہینے کی مناسبت سے برلن میں اسلامی تنظیم کی جانب سے ایک عمدہ شاندار افطار پارٹی کا انعقاد کیا گیا۔ تمام مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والوں نے اس میں شرکت کی جن کے لئے پُرلطف افطار کا اہتمام تھا۔ امام مسجد برلین نے اس موقع پر جماعت احمدیہ لاہور کے اسلام کے بارہ میں نکتہ نگاہ کو شرکاء تک پہنچانے سے فائدہ اٹھایا۔

AKR تنظیم کے 70 سالہ جشن میں شرکت

23 جون: AKR تنظیم کو وجود میں آئے 70 سال مکمل ہوئے۔ برلن کی یہ قدیم ترین بین المذہب تنظیم کہلاتی ہے اور الحمدللہ برلن مسجد اس تنظیم کی سب سے قدیم سرگرم رکن رہی ہے۔

عیدالفطر کی تقریبات

26 جون: عیدالفطر جوش وخروش سے منائی گئی۔ جرمنی، چین، ترکی، سری لنکا، سکاٹ لینڈ، افریقہ، یمن، ہندوستان، بنگلہ دیش، افغانستان، مصر، سنگاپور، برازیل، پاکستان، شام، مالی، پولینڈ، سوڈان، الغرض دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے مقامی باشندوں نے نماز عید برلن مسجد میں ادا کی۔

RBB ٹیلی ویژن کے تعاون سے عید کا پروگرام باقاعدہ طور پر ریکارڈ اور نشر کیا گیا۔ ڈاکٹر خواجہ عبدالمجید مرحوم کے صاحبزادے اور پوتے بمبئی سے برلن بالخصوص برلن مسجد میں حاضری دینے کے لئے تشریف لائے۔ خواجہ صاحب نے اپنے طالب علمی کے زمانہ میں برلن مسجد کی افتتاحی تقریب کے موقع پر سب سے پہلے قرآن پاک کی تلاوت کی اور اس قدیم ترین مسجد کی تاریخ کا حصہ بن گئے۔ 1928ء میں اُن کا نکاح بھی برلن مسجد میں ہوا۔ جس کا تاریخی ثبوت نکاح کے سٹرفکیٹ سے ملتا ہے جو مسجد کے لیٹر پیڈ پر اُس وقت کے امام فضل کریم درانی نے دیا تھا۔ برلین مسجد کی مؤرخ خیرخواہ اور قابل قدر ڈاکٹر گارڈین یونکر نے گفتگو میں برلین مسجد اور برلین میں برلین کی سرگرمیوں کے ذکر میں اور جماعت کے لئے لکھی جانے والی کتاب کا ذکر بھی

کیا جس میں وہ خواجہ صاحب کے خاندان کا احوال بھی دیں گی۔

سالہا سال سے برلن مسجد اور ووکنگ مسلم مشن، انگلستان اور یورپ میں اسلام کی خدمات کے لئے مسلمانوں کی توجہ کا مرکز رہے ہیں۔

یوکرائن سے مہمانوں کی آمد

25 جون: سفید ڈھیری، پشاور کے مرحوم عبدالباری خان صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر منظور صاحب بمع اہل وعیال ایک ہفتہ کے لئے بالخصوص برلن مسجد کے دورہ کے لئے یوکرین سے تشریف لائے۔ اہل خانہ بالخصوص تیمور اور مریم نے برلن مسجد کی خدمت میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

متفرق سکولوں کا دورہ

27 جون: صبح 9 بجے ولمرز ڈورف برلن سے پرائمری سکول کے طلباء کا ایک وفد مسجد تشریف لایا۔ جبکہ اسی روز 11 بجے ہائی سکول کے طلباء بھی اپنے اساتذہ کے ہمراہ مسجد آئے۔

معلوماتی پروگرام کے بعد طلباء نے نماز کے لئے اسلامی نظریات اور امامت کرنے کے طریق کو سیکھا۔ یہ طلباء کے لئے معلوماتی دورہ تھا۔ الحمدللہ مستقبل کے نوجوانوں کے لئے جماعت احمدیہ لاہور کا یہ اسلامی مرکز ان میں اسلام کے متعلق آگاہی کا مؤثر طریق سے کام کرتا رہے گا۔

بین المذاہب پروگرام

29 جون: HWPL کی جانب سے ''ایمان افروز صحیفے'' کے موضوع پر ایک بین المذاہب مباحثہ کا اہتمام کیا گیا۔ اسلام، عیسائیت اور بدھ مت کے نمائندگان نے شرکت کی۔ ڈاکٹر منظور صاحب اور امام مسجد برلین نے اسلام اور جماعت احمدیہ کی خدمات کا تفصیل سے ذکر کیا۔ جسے سراہا گیا۔

سکول کے طلباء کی مسجد میں آمد

30 جون: پرائمری سکول کے بچے اپنے اساتذہ کے ہمراہ برلن مسجد تشریف لائے۔ بچوں کو اسلام کے بارے میں بنیادی باتیں بتائیں گئیں اور ان کے سوالات کے جواب دیئے گئے۔

ارشادات مسیح موعودؑ

جماعت احمدیہ کے افراد کن خصوصیات سے متصف ہوں

''میں تو بہت دعا کرتا ہوں میری سب جماعت ان لوگوں میں ہو جائے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور نماز پر قائم رہتے ہیں اور رات کو اُٹھ کر زمین پر گرتے ہیں اور روتے ہیں اور خدا کے فرائض کو ضائع نہیں کرتے اور بخیل اور ممسک اور غافل اور دنیا کے کیڑے نہیں اور میں امید رکھتا ہوں کہ یہ میری دعائیں خدا تعالیٰ قبول کرے گا اور مجھے دکھائے گا کہ اپنے پیچھے میں ایسے لوگوں کو چھوڑتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ جن کی آنکھیں زنا کرتی ہیں اور جن کے دل پاخانہ سے بدتر ہیں اور جن کو مرنا ہرگز یاد نہیں ہے۔ میں اور میرا خدا ان سے بیزار ہیں۔ میں بہت خوش ہوں گا اگر ایسے لوگ ایسے پیوند کو قطع کر لیں کیونکہ خدا اس جماعت کو ایک ایسی قوم بنانا چاہتا ہے جس کے نمونہ سے لوگوں کو خدا یاد آوے اور جو تقویٰ اور طہارت کے اول درجہ پر قائم ہیں اور جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم رکھ لیا ہو لیکن وہ مفسد لوگ جو میرے ہاتھ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اور یہ کہہ کر کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ پھر وہ اپنے گھروں میں جا کر ایسے مفاسد میں مشغول ہو جائیں کہ صرف دنیا ہی دنیا ان کے دلوں میں ہوتی ہے نہ ان کی نظر پاک ہے نہ ان کا دل پاک ہے اور نہ ان کے ہاتھوں سے نیکی ہوتی ہے اور نہ ان کے پیر کسی نیک کام کے لئے حرکت کرتے ہیں اور اس چوہے کی طرح ہیں جو تاریکی میں ہی پرورش پاتا ہے اور اسی میں رہتا اور اسی میں مرتا ہے۔ وہ آسمان پر ہمارے سلسلہ میں سے کاٹے گئے ہیں۔ وہ عبث کہتے ہیں کہ ہم جماعت میں داخل ہیں کیونکہ آسمان پر وہ داخل نہیں سمجھے جاتے۔ جو شخص میری اس وصیت کو نہیں مانتا کہ درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کرے اور درحقیقت ایک پاک انقلاب اس کی ہستی میں آجائے اور درحقیقت وہ پاک دل اور پاک ارادہ ہو جائے اور پلیدی اور حرام کاری کا تمام چولہ اپنے بدن پر سے پھینک دے اور نوع انسان کا ہمدرد اور خدا کا سچا تابعدار ہو جائے اور اپنی تمام خوداری کو الوداع کہہ کر میرے پیچھے ہولے''۔ (تذکرۃ الشہادتین صفحہ 75-76)

مدثر عزیز (مدیر) پیغام صلح انٹرنیشنل نے دفتر 8-7 برنیئر سٹریٹ 10713 برلن (جرمنی) سے شائع کیا

نصرت الٰہی

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے
جب آتی ہے تو پھر عالم کو اِک عالم دکھاتی ہے

وہ بنتی ہے ہوا اور ہر خسِ رہ کو اڑاتی ہے
وہ ہو جاتی ہے آگ اور ہر مخالف کو جلاتی ہے

کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے
کبھی ہو کر وُہ پانی اُن پہ اک طوفان لاتی ہے

غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے
بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

منقول از براہین احمدیہ حصّہ دوم صفحہ ۱۱۴ مطبوعہ ۱۸۸۰ء